"جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے، لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

www.dawatonline.com

فضائل سید الانبیاءؑ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات وفضائل کا مفصل بیان، امام الانبیاء اور سید الانبیاء کے معنی ومفہوم کی وضاحت، مولانا جھنڈانگری رحمتہ اللہ علیہ کے خطیبانہ آہنگ نے اسلوب کو تازگی عطا کی ہے۔

صفحات: 208	قیمت: Rs.85/=

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) Mob.9889123129/9236761926

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۴۹ ● ۲۸ مئی ۲۰۰۹ء ● 28 May 2009 ● پنج شنبہ ● ۳ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ ● قیمت Rs.5/= ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳ ریال ● Posting: 26 May 2009 Tuesday

ایوان نمائندگان میں مسلمانوں کی مناسب نمائندگی کا مسئلہ

پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہر الیکشن میں اٹھایا جاتا ہے لیکن جب نتائج نکلتے ہیں تو سب سے زیادہ مایوسی مسلمانوں کو ہوتی ہے کیونکہ جیسے جیسے ملک میں ان کی آبادی بڑھ رہی ہے، لوک سبھا میں ان کی نمائندگی بھی کم ہوتی جارہی ہے۔ اس بار صرف ۲۹ مسلمان مختلف ریاستوں سے کامیاب ہوکر پارلیمنٹ میں پہنچے ہیں جبکہ چودہویں لوک سبھا میں مسلم ممبران کی تعداد ۳۶ تھی۔ چودہویں لوک سبھا میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب چھ فیصد تھا جو پندرہویں لوک سبھا میں تقریباً پانچ فیصد ہوگیا جبکہ سرکاری اعداد وشمار اور مردم شماری کے مطابق ملک میں مسلمانوں کی آبادی پونے چودہ کروڑ ہے اور حقیقت میں ۲۲ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ اگر مردم شماری کے مطابق آبادی کو دیکھا جائے تو اس کے حساب سے لوک سبھا میں مسلمانوں کی نمائندگی ۷۲ ہونی چاہئے، غرضیکہ آبادی کے تناسب سے بہت ہی کم مسلمان جیت کر پارلیمنٹ میں پہنچے ہیں۔

لوک سبھا میں مسلمانوں کی نمائندگی میں کمی یقیناً باعث تشویش ہے، مسلم تنظیموں، جماعتوں، علماء اور دانشوروں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ غلطی کہاں ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی میں دن بدن کمی آتی جارہی ہے۔ جب ۸۰۷ مسلم امیدوار میدان میں تھے تو صرف ۲۹ کیوں کامیاب ہوئے؟ کیا مسلم امیدواروں کی شکست کے ذمے دار خود مسلمان ہیں یا دوسرے حالات ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب مسلمانوں کو ہی تلاش کرنا ہوگا۔ آزادی کے بعد سے اب تک کسی بھی لوک سبھا میں مسلمانوں کی نمائندگی اتنی نہیں رہی جسے اطمینان بخش کہا جاسکے۔ ساتویں اور آٹھویں لوک سبھا میں اگرچہ ان کی نمائندگی بالترتیب ۴۹ اور ۴۶ تھی لیکن وہ بھی آبادی کے تناسب سے کافی کم تھی۔ جبکہ پہلے سے کہیں زیادہ آبادی بھی بڑھی ہوئی ہے پھر بھی نمائندگی نہیں بڑھ پارہی ہے۔

ایسی بات نہیں ہے کہ انتخابی میدان میں مسلم امیدوار کم ہوتے ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے امیدوار بہت ہوتے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ تر صرف مسلم امیدوار ہی کی ہار کا سبب بنتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ سیاسی پارٹیاں بہت کم ٹکٹ مسلمانوں کو دیتی ہیں۔ اگر ٹکٹ دیتی بھی ہیں تو ہر پارٹی ان ہی حلقوں میں دیتی ہیں جو مسلم اکثریتی ہوتے ہیں۔ اس طرح مسلم اکثریتی حلقوں میں مسلم امیدواروں کی اتنی بڑی تعداد ہوجاتی ہے کہ مسلم ووٹ ان ہی میں تقسیم ہوکر ضائع ہوجاتے ہیں۔ نہ تو مسلم رائے دہندگان اس چیز کو محسوس کرپاتے ہیں اور نہ ہی مسلم رہنما اپنی پارٹی پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ ان ہی حلقوں سے ٹکٹ کیوں دے رہی ہے جہاں سے کئی کئی مسلم امیدوار ہیں۔ لوک جن شکتی پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ (راجیہ سبھا) صابر علی نے لوک سبھا انتخابات کے وقت پارٹی قیادت کے سامنے یہ مسئلہ اٹھایا تھا لیکن کسی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ یہ معاملہ تمام مسلمانوں کو ہر پارٹی کے سامنے اٹھانا چاہئے تاکہ ان کے ووٹ تقسیم ہوکر ضائع نہ ہوجائیں اور سیاسی پارٹیاں بھی مسلمانوں کو ان کا حصہ دینے کا خانہ پری نہ کرسکیں۔

ملک کے مسلمان جس طرح سیکولر حکومت کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اگر وہ پارلیمنٹ میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو پہنچانے کا عزم کرلیں اور اس کے حساب سے اپنی حکمت عملی تیار کریں تو یہ کام بھی ان کے لئے مشکل نہیں ہوگا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ملک کی دیگر اقوام ذات پات کے نام پر ایک امیدوار کے حق میں ہوجاتی ہیں لیکن مسلمان مذہب کے نام پر کسی ایک مسلم امیدوار کے حق میں نہیں ہوپاتے جس کا خمیازہ وہ خود بھگت رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ مسلمان ملک میں سیکولر حکومت کی تشکیل کے بارے میں تو خوب سوچتے ہیں لیکن پارلیمنٹ میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو پہنچانے کے بارے میں کبھی بھی سنجیدگی سے نہیں سوچتے ہیں اور کوئی حکمت عملی تیار نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک منتشر طاقت بن کر رہ گئے ہیں۔ سیاسی پارٹیاں ان کے ووٹوں کے حصول کی فکر تو کرتی ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کے حربے بھی اختیار کرتی ہیں لیکن نہ تو انہیں کوئی پریشر گروپ مانتی ہیں اور نہ ہی کوئی وزن دیتی ہیں۔ یہ کتنی تشویش کی بات ہے کہ اس بار پارلیمانی انتخابات میں مہاراشٹر، کرناٹک سے ایک بھی مسلمان کامیاب نہیں ہوئے۔ دیگر ریاستوں سے کامیاب بھی ہوئے تو آبادی کے تناسب سے بہت کم۔ اس میں جہاں مسلمانوں سے غلطیاں ہوئیں وہیں مسلم امیدوار اور سیاسی پارٹیاں بھی ذمے دار ہیں۔ خود مسلمان بھی تو جیت کر پارٹی کا نمائندہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ اپنی قوم کا نہ تو نمائندہ رہتے ہیں اور نہ ہی ان علاقوں میں ترقیاتی کام کرتے ہیں اور وہاں کے عوام کے مسائل حل کراتے ہیں جہاں سے جیت کر آتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے الیکشن میں انہیں ہار کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ بہرحال پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی گھٹتی نمائندگی مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور اس پر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ (ص ن)

آپ ٹاپر کیوں نہیں بنے؟ پیچھے کیوں رہ گئے؟

سنٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) کی بارہویں جماعت کے نتائج کا اعلان ہوچکا ہے۔ اس سال کے نتائج سابقہ سالوں کے مقابلے میں مزید بہتر ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر پاس فیصد اس سال ۸۱ فیصد ریکارڈ کیا گیا ہے۔ جو گزشتہ سال کے مقابلے میں ۰۰ء۹ فیصد زیادہ ہے۔ اگرچہ لڑکے کئی برسوں سے جاری روایت کے عین مطابق اس بار بھی لڑکیوں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ لڑکے لڑکیوں سے بہت زیادہ پیچھے رہے ہیں جہاں طالبات کا پاس فیصد ۹۴ء۸۵ فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ طلباء کا پاس فیصد ۴۰ء۷۷ ہی رہ گیا ہے۔ ملک بھر میں ۲/ مارچ سے ۲/ اپریل تک چھ ریجنوں کے ۵۶۱۴ سنٹروں پر منعقد ہونے والے امتحانات میں جواہر نوودیہ ودیالیہ کے اسکولوں کے طلباء وطالبات سرفہرست رہے ہیں جن کا پاس فیصد ۰۹ء۹۴ رہا جبکہ ۲۰۰۸ء میں ان کا فیصد ۴۴ء۹۲ رہا تھا۔ کیندریہ ودیالیہ اسکولوں کا نتیجہ دوسرے نمبر پر ۳۲ء۹۱ رہا۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ سال ان کا نتیجہ فیصد رہا تھا۔ سنٹرل تبتن اسکولوں نے اپنے گزشتہ سال کے مقابلے میں اس بار بہت بہتر نتائج پیش کئے ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں ان کے نتائج ۸۱ء۸۵ فیصد تھے وہ اس سال ۱۵ء۹۱ فیصد تک پہنچ گئے ہیں۔ گورنمنٹ اور پرائیویٹ اسکولوں نے بھی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ البتہ گورنمنٹ ایڈیڈ اور انڈی پنڈنٹ اسکولوں کی کارکردگی انحطاط سے دوچار ہوئی ہے۔ جہاں گورنمنٹ ایڈیڈ اسکولوں کے نتائج گزشتہ سال ۶۱ء۸۷ فیصد تھے اس بار وہ زوال سے دوچار ہوکر ۶۸ء۷۵ فیصد رہ گئے ہیں۔ ادھر انڈی پنڈنٹ اسکولوں کے نتائج گزشتہ سال کے ۶۸ء۸۱ فیصد سے گر کر ۹۴ء۸۰ فیصد رہ گئے ہیں۔ پرائیویٹ امتحان دینے والے طلباء کے لئے پڑھنا ہی ایک مشکل مسئلہ رہتا ہے۔ امتحان پاس کرکے اچھے نتائج پیش کرنا تو بعد کی بات ہے پھر بھی پرائیویٹ امتحان دینے والوں کے نتائج گزشتہ سال ۴۴ء۳۹ فیصد تھے۔ اس بار وہ بڑھ کر ۹۸ء۴۵ فیصد ہوگئے ہیں جن طلباء یا طالبات نے بھی پرائیویٹ امتحان دے کر کامیابی حاصل کرلی ہے یقیناً وہ نہ صرف قابل مبارکباد ہیں بلکہ ریگولر پورے سال پڑھ کر فیل ہوجانے والوں کے لئے ایک بہت بڑا تازیانہ عبرت ہیں۔ ریگولر اسٹوڈنٹ کا مجموعی پاس فیصد ۶۹ء۸۲ فیصد رہا ہے۔

چھ ریجنوں میں الگ الگ دیکھا جائے تو چنئی سرفہرست ہے جہاں ۰۶ء۹۲ فیصد اسٹوڈنٹ پاس ہوئے ہیں۔ اس علاقے میں ۴۶۴۴ اسٹوڈنٹ نے ۹۰ فیصد سے زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں۔ جبکہ گزشتہ سال اس علاقے میں آنے والوں کی تعداد محض ۲۴۸۱ تھی۔ اسی طرح جہاں ۲۰۰۸ء میں ۹۵ فیصد سے زیادہ نمبر پانے والوں کی تعداد ۱۹۱ تھی۔ اس سال وہ بڑھ کر ۵۲۴ ہوگئی۔ دوسرے نمبر پر اجمیر ریجن رہا ہے جہاں ۱۹۹۷ء نے ۹۰ فیصد کی حد کو پار کیا ہے۔ جبکہ گزشتہ سال اس علاقے میں اس حد کو پار کرنے والوں کی تعداد صرف ۸۷۷ تھی اس سے بڑھ کر یہ کہ جہاں گزشتہ سال صرف تیرہ بچے ہی ۹۵ فیصد سے زیادہ نمبر حاصل کرسکے تھے۔ اس بار ان کی تعداد ۹۷ ہوگئی۔

دہلی ریجن تیسرے نمبر پر رہا ہے۔ یہاں کا نتیجہ مجموعی طور پر ۲۴ء۸۴ فیصد رہا ہے۔ جبکہ لڑکیوں کی کامیابی کا تناسب ۰۴ء۸۸ فیصد کو پہنچ گیا۔ لڑکے ان سے بہت پیچھے ۴۰ء۸۰ فیصد پر ہی رہ گئے۔ یاد رہے کہ گزشتہ سال یہاں مجموعی طور پر لڑکیوں کی کامیابی کا تناسب ۹ء۸۶ فیصد اور لڑکوں کا ۶۵ء۸۰ فیصد تھا اور راجدھانی میں مجموعی طور پر جہاں ۶۹ء۸۳ فیصد اسٹوڈنٹ پاس ہوئے تھے اس بار ۲۵ء۸۴ فیصد پاس ہوئے۔ اس سال دہلی ریجن میں سب سے زیادہ نمبر فرید آباد کے اے پی جے اسکول کی تنوی اگروال نے حاصل کئے ہیں۔ اس نے کل ۴ء۹۸ فیصد نمبرات حاصل کئے ہیں جبکہ اکناکس، اکاؤنٹنسی اور میتھ میٹکس میں اس نے سو فیصد نمبرات حاصل کئے۔ اس کو بزنس اسٹڈیز میں ۹۹ فیصد اور انگلش میں ۹۳ فیصد نمبر ہی مل پائے۔ رونے دھونے سے کبھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ ضرورت بلند حوصلگی، عزم مصمم اور مستقل مزاجی کی ہے۔ اگر ہر نوجوان دوسروں سے آگے بڑھنے، سرفہرست رہنے اور ٹاپ کرنے کا ٹارگیٹ لے کر کوشش کرے تو یقیناً حالات اور بھی بہتر ہوسکتے ہیں۔ یہ نتائج ریاستی بورڈوں کیلئے بھی تازیانہ عبرت ہیں۔ ان بورڈوں کے ذمے داروں کو وہاں کے اسکولوں کے منتظمین اور اساتذہ کو اسٹوڈنٹس اور ان کے والدین کو کمپٹیشن اور مقابلے کے اس دور میں اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے اور اس دوڑ میں سب سے آگے نکلنے کے لئے تگ ودو کرنی چاہئے۔ مسلمان دانشوروں کو سیاسی لیڈروں کو خواہ وہ لوکل باڈیز اور گلی محلے کی لیڈری کرتے ہوں یا اسمبلی اور پارلیمنٹ کی، اس میدان میں عملاً جدوجہد کرنی چاہئے۔ دیکھنا چاہئے کہ ان کے علاقے میں سی بی ایس ای کے سرکاری، پرائیویٹ، جواہر نوودیہ ودیالیہ اور کیندریہ ودیالیہ اسکول کتنے ہیں۔ کیا وہ آس پاس کے بچوں کی ضروریات کے لئے کافی ہیں۔ اگر نہیں تو علاقے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے عملی کوشش کرنی چاہئے۔ (ع ق)

بلاتبصرہ

وہ دن گزر گئے جب وزیروں کا انتخاب اور تقرری کا فیصلہ وزیراعظم کا صوابدیدی اختیار ہوتا تھا۔ اب تو ہر پارٹی حمایت کے عوض اپنا حصہ مانگتی ہے۔ پہلے مجالس قانون ساز (پارلیمنٹ یا ریاستی اسمبلیوں) میں پہنچنے کو عوام کی خدمت کا موقع خیال کیا جاتا تھا، مگر اب اسے طاقت حاصل کرنے اور دولت کمانے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج مرکز میں حکومت بنانے میں مدد کرنے کو ہر پارٹی تیار نظر آرہی ہے۔ یہ ایک قسم کی پاور پالٹکس ہے۔

پی ہال ونودن، کوئمبٹور
ہندو، ۲۳ مئی ۲۰۰۹ء

گوانتاناموبے جیل گمراہ کن تجربہ

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے خلیج گوانتانامو میں قید خانے کے قیام کو گمراہ کن تجربہ قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ اس قید خانے میں کچھ قیدی ایسے ہیں جن سے امریکہ کو خطرہ ہے۔ امریکی سینیٹ میں قید خانے کو بند کرنے کے منصوبے کو بھاری اکثریت سے روکئے جانے کے ایک دن بعد انھوں نے کہا کہ امریکہ گوانتاناموبے میں قید خطرناک قیدیوں سے نمٹنے کا کوئی محفوظ اور قابل عمل طریقہ تلاش کرلے گا اور کچھ قیدیوں کو امریکہ میں قائم قید خانوں میں منتقل کردیا جائے گا اور گوانتاناموبے حراستی مرکز کو جنوری ۲۰۱۰ء تک بند کردیا جائے گا۔

جنوبی افغانستان میں طالبان سرگرم

اسلام آباد۔ امریکی فوج کے جوائنٹ چیف آف اسٹاف ایڈمرل مائک مولن نے سینٹ کی خارجہ امور سے متعلق کمیٹی کے سامنے اعتراف کیا کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں میں اضافہ سے طالبان پاکستان کا رخ کریں گے جہاں مزید مشکلات پیدا ہوں گی۔ ان کا کہنا تھا کہ جنوبی افغانستان میں طالبان پھر سر اٹھارہے ہیں اور افغانستان کو طالبان کے ہاتھوں میں جانے سے روکنا انتہائی اہم ہے۔

عراق وافغان جنگ کیلئے مزید فنڈ

واشنگٹن۔ امریکی سینیٹ نے عراق اور افغانستان میں جاری جنگ کے لئے ۳ء۹۱ ارب ڈالر کے بل کو منظوری دی ہے، اس سے قبل امریکی ایوان نمائندگان جنگی اخراجات کے بل کی مد میں ۷ء۹۶ ارب ڈالر کی منظوری دی تھی۔ پیکیج کی مانگ امریکی صدر نے کی تھی۔ بل کی منظوری کے بعد عراق اور افغانستان جنگ پر امریکہ کا خرچ اب ۹ سو ارب ڈالر ہوجائے گا۔ ابھی امریکی صدر نے خلیج گوانتانامو کے قید خانے کو بند کرنے کے لئے کوئی فنڈ طلب نہیں کیا ہے۔

افغانستان کا فوجی حل نہیں

لندن۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے یہاں آکسفورڈ کے اسلامک اسٹڈیز سنٹر کی ایک تقریب میں کہا کہ افغانستان کا مسئلہ محض فوجی طاقت سے حل نہیں ہوسکتا۔ ملک میں امن وسکیورٹی کی بحالی صرف سیاسی حل سے ہی ممکن ہے۔ انھوں نے عالم اسلام اور مغرب کے درمیان کشیدگی کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام کے ساتھ تعلقات مزید مستحکم اور بہتر بنائے جائیں، اسی طرح فلسطینی ریاست کے حل کے ساتھ ہی مشرق وسطی کا دیرپا حل تلاش کرنا چاہئے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ماضی میں عالم اسلام اور مغرب کے تعلقات تنازعات کا شکار رہے۔ اب دونوں کے تعلقات معمول پر آنا وقت کی ضرورت ہے۔

ایران کی جوہری طاقت خطرناک

واشنگٹن۔ امریکی فوج کی تینوں شاخوں کے جوائنٹ چیف آف اسٹاف کمانڈر ایڈمرل مائک مولن نے سینٹ کی بین الاقوامی رابطے سے متعلق کمیٹی کے سامنے کہا کہ ایران کے جوہری پروگرام سے اس کے پڑوسی ممالک میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوگا اور وہ بھی جوہری طاقت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے مغربی ایشیا میں اسلحہ کی دوڑ شروع ہوسکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جوہری بم بنانے کی ایران کی کوشش نہایت مہلک ثابت ہوگی اور دنیا کی بڑی طاقتوں کو مل کر ایران کو اس کام سے روکنا ہوگا۔ واضح رہے کہ ایران نے گزشتہ دنوں ایک میزائل کا تجربہ کیا ہے۔

خبر ونظر

ایک بڑا انتخابی مسئلہ تھا

ہر چند کہ لوک سبھا کے حالیہ انتخابات میں بڑی پارٹیوں کے سامنے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن تمام امن پسند شہریوں کے سامنے بالعموم اور مذہبی اقلیتوں کے سامنے بالخصوص ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ ایک طرف کانگریس اور اس کی حلیف پارٹیاں تھیں جن کا دعویٰ تھا کہ وہ سیکولر ہیں اور تمام شہریوں کے ساتھ انصاف پر مبنی حکومت قائم کریں گی، جس طرح کہ انھوں نے اپنی حکومت پانچ سال چلائی۔ دوسری جانب بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کا اتحاد تھا جو کانگریس سے مرکزی اقتدار چھین کر آئندہ پانچ سال تک اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس اتحاد کی قائد بی جے پی کا اقلیت دشمن کردار اور اس کا فسطائی اور جھگڑالو مزاج بھی رائے دہندگان کے سامنے تھا۔ اس اتحاد نے لال کرشن آڈوانی کو اپنا وزیراعظم بھی نامزد کردیا تھا جبکہ کانگریسی اتحاد کے وزیراعظم منموہن سنگھ تھے۔ رائے دہندگان نے این ڈی اے کے مقابلے پر یو پی اے کے حق میں فیصلہ سنایا۔ فرقہ پرست اور فسطائی قوتوں کو شکست ہوئی۔ ان کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے۔ اور یوں مذہبی اقلیتوں اور امن پسند شہریوں نے راحت کی سانس لی۔ راحت کی گہری سانس لینے والوں میں مسلمان بھی شامل ہیں۔

تصویر کا دوسرا پہلو بھی ہے

لیکن تصویر کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ بی جے پی کی طرح کانگریس بھی امریکہ نواز ہے، اس کی مرکزی سرکار گزشتہ پانچ سال سے امریکی معاشی پالیسیاں نافذ کررہی ہے۔ امریکہ کے ساتھ ایٹمی توانائی کا معاہدہ بھی اسی حکومت میں ہوا تھا۔ اب جبکہ اس حکومت کو انتخابات میں واضح اختیار مل گیا ہے، وہ امریکی پالیسیاں زیادہ شدومد کے ساتھ نافذ کرے گی۔ پچھلی پارلیمنٹ میں حکومت کمزور تھی، کمیونسٹ پارٹیوں کی شکل میں ایک مضبوط مزاحمتی گروپ موجود تھا۔ اب حکومت مضبوط ہے، کمیونسٹ پارٹیوں کی قوت نصف سے بھی کم رہ گئی ہے — تصویر کے دوسرے پہلو کا یہ وہ حصہ ہے جس کا تعلق تمام عوام (متوسط وغریب طبقات) سے ہے۔ دوسرے حصے کا تعلق مذہبی اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں سے ہے۔ کانگریس اور اس کی ریاستوں میں دہشت گردی سے لڑنے کے نام پر مسلم نوجوانوں کی پکڑ دھکڑ اور ان کا انکاؤنٹر کردیے جانے کے واقعات اسی طرح جاری تھے جس طرح بی جے پی کی ریاستوں میں، بلکہ کچھ زیادہ۔ لیکن گزشتہ سال ۲۶/ نومبر کو ممبئی پر "دہشت گردوں کے حملے" کے بعد کانگریس اور اس کی حکومت نے دہشت گردی کا مسئلہ بی جے پی سے باقاعدہ چھین لیا۔ آناً فاناً میں وہ سخت قوانین بناڈالے جن کا مطالبہ بی جے پی کررہی تھی۔

مسلم رہنماؤں کے کرنے کا ایک کام

کانگریس اور اس کی مرکزی وریاستی حکومتوں کے ان طور طریقوں کے باوجود انتخابات میں ملک بھر کے مسلم رائے دہندگان نے بالعموم کانگریس کے حق میں رائے دی ہے۔ اور اکثر نے اس شعور کے ساتھ دی ہے کہ یہ کمتر برائی ہے یعنی کانگریس پہلی پسند یا مطلوبہ معیاری پارٹی نہیں بلکہ بڑی برائی کے مقابلے میں بہتر ہے۔ اور یہی وہ پہلو ہے جو کانگریس کی قیادت اور مرکزی حکومت پر بخوبی واضح کردیا جانا چاہئے۔ یہ کام مسلم رہنماؤں کو کانگریس کے مسلم لیڈروں کے توسط سے کرنا چاہئے۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ مسلمانوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی کانگریس کے حق میں ووٹنگ کی۔ ایسا بارہا ہوا ہے۔ اور کانگریسی لیڈرشپ مسلمانوں کی اس کمزوری کو خوب سمجھتی ہے اور اس کا استحصال بھی کرتی ہے۔ بلکہ ۵۶ سال سے کرتی آرہی ہے۔ اسی لئے بعض مبصرین کہتے رہے ہیں کہ آر ایس ایس خود کانگریس کی اپنی ضرورت ہے۔ لیکن وقت آگیا ہے کہ کانگریس اب یہ فیصلہ بھی کرلے کہ کیا وہ چاہے گی کہ مسلمان اسے اسی طرح بے دلی یا نیم دلی کے ساتھ ووٹ دیتے رہیں یا ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ مسلم رائے دہندگان اسے پوری آمادگی اور خوش دلی کے ساتھ ووٹ دیا کریں؟ (پ ر)

عام شہریوں کے مفادات کا بھی خیال رکھا جانا چاہئے

پارلیمانی انتخابات میں یو پی اے کی کامیابی پر ہر طرف خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ اس میں سب سے آگے صنعتی وتجارتی شعبہ ہے جو اس حکومت سے بہتر اور پائدار معاشی اصلاحات کی امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔ نتائج کے فوراً بعد شیئر بازار میں آنے والی وہ تیزی اس کا واضح ثبوت ہے جس نے سابقہ سارے ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ اس تیزی پر قابو پانے کے لئے اپر سرکٹ کا سہارا لینا پڑا تھا۔ شیئر بازار کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب کاروبار شروع ہوتے ہی اپر سرکٹ لگایا گیا ہو۔ جب اس پر بھی بات نہیں بنی تو پورے دن کے لئے شیئر بازار بند کردیا گیا۔ دراصل شیئر بازار میں دس فیصد سے زائد اضافہ پر جو کہ شیئر مارکیٹ کے لئے ایک بڑا ٹارگیٹ ہے اپر سرکٹ لگایا جاتا ہے۔ شیئر بازار میں آنے والی اس تیزی سے کروڑوں روپے کا منافع ہوا۔ شیئر مارکیٹ کی اس اچھال کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جس کی طرف کسی نے توجہ ہی نہیں دی اور اگر دی تو ان کی تعداد بہت کم تھی۔ شیئر بازار کی اس اونچی اڑان میں چھوٹے اور متوسط صارفین نیچے ہی چھوٹ گئے۔ کم یا متوسط سرمایہ پر منحصر کمپنیوں یعنی میڈ کیپ اور اسمال کیپ کے شیئروں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، حالانکہ عام طبقہ اور کم سرمایہ والے صارفین اسی زمرے کے شیئروں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔

سی این آئی ریسرچ لمیٹڈ کے ایک جائزے کے مطابق شیئر بازار کی اس خوشی میں وہ شیئر شامل نہیں ہوسکے جن کے اپر سرکٹ کی حد پانچ اور دس فیصد ہے۔ یعنی شیئر بازار میں پانچ یا دس فیصد اچھال کے بعد کاروبار بند کردیا جاتا ہے۔ اس دائرے میں زیادہ تر اسمال اور میڈ کیپ کے شیئر آتے ہیں جن میں چھوٹے اور متوسط صارفین سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ اس ضابطے کی وجہ سے شیئر بازار کی اس تیزی سے چھوٹے اور متوسط سرمایہ کاروں کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ سی این آئی ریسرچ کے چیئرمین کشور اوستوال کے مطابق شیئر بازار چھوٹے اور ریٹیل صارفین کے مفادات کی بات تو ہمیشہ ہی کرتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر ان کے فیصلوں سے اس زمرے کے صارفین کو حیرانی ہوتی ہے۔

صنعتی وتجارتی شعبہ یو پی اے کی کامیابی پر خوش ہونے کے ساتھ پرامید بھی ہے۔ اسے ۲۰۰۴ء میں حکومت کی تشکیل کے وقت لاحق ہونے والے ان خدشات سے نجات مل گئی ہے جن کے نتیجے میں اس وقت شیئر بازار نے غوطہ کھایا تھا، اس طبقے کو امید ہے کہ وزیراعظم منموہن سنگھ کی قیادت میں حکومت ایسا معاشی ماحول بنائے گی جس کی وجہ معاشی اضافہ کا تناسب پھر سے نو فیصد تک پہنچ جائے گا۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ یہ حکومت تیز رفتاری سے معاشی اور سماجی اصلاحات کی طرف گامزن ہوگی، اصلاحات کے ایجنڈے میں تیزی آئے گی، ساتھ ہی غیر ملکی سرمایہ کاری کے معاملے میں بھی اس کا رویہ مثبت ہوگا۔ اس طبقے نے امید ظاہر کی ہے کہ حکومت ملک میں سیاسی استحکام لائے گی اور کاروبار کے لئے مناسب ماحول فراہم کرے گی۔

اس کی ایک خاص وجہ تو خود وزیراعظم کی اپنی شخصیت ہے جو ماہر معاشیات کی حیثیت سے نہ صرف بلکہ بیرون ملک بھی جانی پہچانی جاتی ہے دوسرے ان کے وہ اعلانات اور عہد وپیمان ہیں جو انھوں نے معاشی اصلاحات کے سلسلے میں کئے ہیں۔ وزارت عظمیٰ کا حلف لینے کے بعد بھی انھوں نے معاشی اصلاحات اور ترقی کی طرف فوری اور مکمل توجہ دینے کی بات کہی ہے اور اس کیلئے ٹارگیٹ بھی متعین کیا ہے۔ ملک کی ترقی خاص طور پر معاشی ترقی یقیناً اہم اور بنیادی کام ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بنیادی چیز یہ ہے کہ اس سفر میں ملک کا بڑا طبقہ جو مڈل اور لوور کلاس سے تعلق رکھتا ہے جو نہ صرف ملک کیلئے اہم ہے بلکہ اس نے حکومت کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کیا ہے کہیں پیچھے نہ رہ جائے اور نتائج کے فوراً بعد شیئر بازار میں آنے والی تیزی سے محرومی کی طرح اس حکومت سے بھی اسے کچھ حاصل نہ ہو۔ عام آدمی کے مفادات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہئے۔ (ع ک)

انسان اور زندگی کا امتحان

محب اللہ قاسمی
فاطمہ چک، شیوہر (بہار)

امتحان و آزمائش انسانی زندگی کا جوہر ہے۔ اسی سے اس کے اندر نکھار پیدا ہوتا ہے۔ عربی کہاوت ہے: عند الامتحان یکرم الناس اویھان۔ دنیوی امتحان ہو یا اخروی امتحان دونوں صورتوں میں سرخروئی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ خواہ مدارس سے جڑے ہوں یا کالج یا یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہوں سب کے لئے امتحان کی بڑی اہمیت ہے اور وہ ایسا محسوس بھی کرتے ہیں جو طلبہ ذی شعور اور اہل فکر نظر ہوتے ہیں، وہ اس کی تیاری بھی کرتے ہیں اور اپنے معیار کو بلند کرنے کی انتہائی درجے تک کوشش بھی کرتے ہیں۔ ان کی یہ جدوجہد لائق تحسین ہے۔ لیکن! کیا آخری امتحان جس کی تیاری کے لئے خدا نے انسان کو پیدا کیا، پوری زندگی عطا کی، اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس کی بھی تیاری کرے؟ جس کا انعام دنیوی انعام سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا ہے۔ پھر اس انسان سے زیادہ بے وقوف و بدحواس کون ہوگا جو کمتر کو بہتر پر ترجیح دیتا ہے۔

خدا کی عطا کردہ یہ زندگی ایک عظیم نعمت ہے جو امتحان کے سادے اوراق کی طرح ہے جس پر "کل مولود یولد علی الفطرۃ" کی مہر لگی ہوئی ہے۔ جس کا موضوع: "لاالٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ" اور غرض و غایت" میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"۔ (الذاریات:۵) جسے لے کر ہر فرد و بشر دنیا میں آتا ہے، جو کہ دارالامتحان ہے۔ مگر اس کے والدین جو مختلف گروہوں، خاندان اور مذاہب کے ماننے والے ہوتے ہیں، اپنے بچے کے اس ورق حیات پر فطرت اسلام کی لگی مہر کو ہٹا کر اپنی مصنوعی مہر کفر و شرک، یہودیت و نصرانیت وغیرہ ثبت کردیتے ہیں۔ "ان کے والدین یا تو انہیں یہودی بنالیتے ہیں یا نصرانی"۔

اس طرح یہ بچہ اپنے والدین کے مذہب میں شامل ہوجاتا ہے۔ پھر اس کا موضوع غرض و غایت سب کچھ بدل جاتا ہے۔ یہ بچہ بڑا ہوتا ہے تو اپنے آباء و اجداد کی تقلید: "جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے" کو دلیل مان کر اسی پر قائم و دائم رہنا پسند کرتا ہے۔ تو کوئی غور و فکر کا سہارا لیتا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر "فطرت اسلام" کی مہر کو بدستور باقی رکھنا مناسب سمجھتا ہے جو "وضع الشئی علی محلہ" کا عین مصداق ہے۔ پھر یہاں سے امتحان کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ آزمائش اور امتحان کا سلسلہ اس کی وفات تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد سوائے پچھتاوے اور مایوسی کے کچھ باقی نہیں رہے گا۔

"یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو موت آئی تو کہا اے میرے رب! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جاکر نیک عمل کروں (یاد رکھو ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ صرف ایک بات ہی ہے جسے وہ کہے گا"۔ (المومنون:۹۹)

اس پچھتاوے سے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے اسے چاہئے کہ اس دوران موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے تقاضوں کو عملی طور پر انجام دیتا رہے تاکہ وہ اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا چلا جائے، جس میں کامیاب ہونے والے "مومن" اور ناکامی (شیطان) کا شکار ہونے والے "کافر" دونوں کا اندراج ہوتا ہے: "وہ وقت قابل رشک اور پرملال ہوگا، جس دن بہت سے چہرے سپید ہوں گے اور بہت سے سیاہ ہوں گے"۔ (آل عمران:۱۰)

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عدل و انصاف کے اس ترازو پر جو کچھ بھی رکھا جائے گا، انسان اسے بخوبی دیکھ لے گا کہ اس نے کیا اچھے اعمال کئے اور کیا برے، خواہ وہ ذرے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ پھر جس کے نیک اعمال زائد ہوں گے، اس کا پلڑا بھاری ہوگا، جو اس کی کامیابی و ناکامی کا معیار ثابت ہوگا۔

اب یہاں کامیاب ہونے والوں کے نامۂ اعمال کی کاپی اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی اور خوشخبری بھی۔ اس کا انعام جنت ہوگا"۔ (الحج:۱۳)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو اور ان لوگوں کو جن لوگوں نے اعمال صالحہ کئے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہاں اس کو نہ کوئی خوف ہوگا (کہ کہیں موت اس کے انعام کے تلذذ سے محرومی کا سبب نہ بن جائے) اور نہ وہ غمگین ہوں گے کہ (وہاں سے ان کو کچھ زمانے کے بعد نکال دیا جائے گا۔

اب رہے ناکام حضرات تو ان کو بھی بشارت دی جائے گی مگر وہ دردناک عذاب کی۔ یہ لوگ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے اور کہیں گے: "یہ میرے نامۂ اعمال کو کیا ہوا اس نے میرے چھوٹے بڑے سب کئے کرتوت کو درج کرلیا ہے"۔ (کہف:۴۹) ان کا مقام اور ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ آخر میں ایک گروہ اور جماعت وہ ہوگی جو کامیاب تو ہوگی مگر اعلیٰ نمبر نہ ہونے کے سبب ان کو بھی عارضی طور پر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

یہاں ٹھہر کر کچھ سوالات ذہن کے خانے میں گردش کرتے ہیں کہ یہ مقتضیات کیا ہیں؟ جو موضوع، غرض و غایت سب کو محیط ہیں جس کے سبب انسان اتنے بڑے انعام و اکرام کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اس امتحان کی تیاری کے لئے کوئی تو کتاب ہوگی جس کی تھیوری پریکٹیکل کو آسان کرسکے۔ اس کا کوئی ٹیچر اور گائڈ ہوگا جس سے کچھ نوٹس گیس پیپر تیار کئے گئے ہوں گے؟ ان سوالات کا پیدا ہونا اہل فکر و نظر ہونے کی دلیل ہے۔

بہرحال وہ مقتضیات "ایمان لاؤ اور نیک کام کرو" ہیں، جن کا مطلب ہے خدا کے وجود کو تسلیم کرنا کہ وہ سارے جہاں کا رب ہے۔ دنیا کا سارا نظام اسی کے حکم سے چلتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ماننا۔ ان کا ہر قول فعل دلیل شرعی ہے۔ اس بات پر یقین کہ نیک کام کی انجام دہی میں خدا کی اطاعت شامل ہے اور برے کاموں سے دامن کو بچا کر رکھنا کہ اس میں خدا کی نافرمانی اور اس کی ناراضی ہے، جو جہنم کا باعث ہے، پھر وہ نصابی کتاب مقدس "قرآن مجید" جو درحقیقت ناظم امتحان اور رب کائنات کا ہی کلام ہے، جس کا مقصد لوگوں کو زندگی کی ناکام تاریک کوٹھری سے نکال کر کامیابی کے روشن باب پر لا کھڑا کرنا ہے: "یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو تاریکیوں سے اجالے کی طرف نکال لائے"۔ (ابراہیم:۱)

اس امتحان کی تیاری کے لئے خدا نے گائڈس اور اساتذہ کے طور پر بہت سارے انبیاء و رسل کو دنیا میں مبعوث کیا، جن کی آخری کڑی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس درخواست: "اے ہمارے رب بھیجئے ان میں ان ہی میں کا ایک رسول جو ان کے سامنے آپ کی کتاب کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے"۔ (البقرہ:۱۲۹) "وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں، ان ہی لوگوں میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزگی سکھاتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے"۔ (جمعہ:۲)

اس احکم الحاکمین نے جتنے رسول اور گائڈس کو جس قوم میں بھیجا اسی کی زبان میں مبعوث کیا تاکہ احکام الٰہی کے افہام و تفہیم کا معاملہ آسان ہو۔ "اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر ان کی قوم ہی کی زبان میں تاکہ وہ (میری بات کو) ان کے سامنے وضاحت سے پیش کردے"۔ (ابراہیم:۴)

مذکورہ مقدس کتاب جس کی بعض عبارات جو احکام سے متعلق تھیں، آپ کی سیرت مبارکہ نے اس کے اجمال کی تفصیل کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے وہ سب کچھ سیکھا اور اسے عملی طور پر انجام دیا جو ہمارے لئے "نوٹس" کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول کو مزید وسعت بخشتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "صحابہ کرامؓ ستارے کے مانند ہیں کہ تم ان میں جس کی بھی اتباع کرو گے راہ یاب ہوجاؤ گے۔ گویا یہ آپ کی طرف سے ہدایت بن گئی کہ اگر تمہاری زندگی کے شب و روز اس طرح گزرے تو یہ تمہارے مقتضیات کا اعلیٰ نمبر ثابت ہوگا۔

مگر ان تمام کے بعد بھی انسان چونکہ خطا و نسیان کا مرکب ہے لہٰذا ان سے غلطی اور گناہ کا ہونا فطرت انسانی کے مطابق ہے اس لئے خدا نے اس کی اس کمزوری کے مدنظر یہ فرمان جاری کیا: "ایسے میں اگر کسی سے کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً رجوع الی اللہ ہوکر اپنی کرتوت پر ندامت شرمندگی کے ساتھ توبہ کرے"۔ پھر خدا چونکہ غافر الذنب و قابل التوبۃ ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ایسے بندے کو فوراً معاف فرمادیتا ہے۔ گویا توبہ اس امتحان میں ہونے والی غلطیوں کو مٹانے والا ہے۔

خدا تعالیٰ کے فرمان کو "قرآن پاک" اس کے رسولؐ کے اقوال و افعال کو "حدیث" اس نظام کو "اسلام" اس کے ماننے والے کو "مسلمان" اور اس کے طریقہ کار کو "اصول اسلام" کہا جاتا ہے۔ یہ فطرت انسانی کے لئے مکمل نظام حیات بن کر ظاہر ہوا ہے، جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں صحیح و غلط کے دو راستوں کی تمیز کرتے ہوئے لوگوں کو راہ مستقیم پر چلنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ جس کی منزل کامیابی، مقصد اپنے خالق و مالک کا تقرب اور اس کا دیدار ہے، جو اس کے امتحان میں کامیابی کا عمدہ اور اعلیٰ نتیجہ ہے۔

"تو جو شخص اپنے خالق و مالک سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"۔ (کہف:۱۱۰)

●●

مدارس عربیہ میں اقتصادیات کی تعلیم کا مسئلہ

حکیم ظل الرحمان

مدارس عربیہ اسلامیہ کے نصاب سے متعلق ہمارے دانشوران ملت ایک عرصہ سے تنظیم جدید پر ترمیمات کا مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں اور ایک خصوصی درد اصلاح مدارس کا ان کے دلوں میں پیدا ہوگیا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ جن لوگوں کا کوئی بچہ ان مدارس میں نہیں پڑھتا ان کو ان مدارس کی اصلاح کی فکر ہے جب کہ ملک کے صرف دو فیصد ملی طلباء ان مدارس میں پڑھتے ہیں اور ان کو ان تعلیمی اداروں میں دین کی تعلیم پڑھانے کی توفیق نہیں ہوتی، جہاں ملت کے ۹۸ فیصد بچے تعلیم پاتے ہیں اور جن کے قوانین میں اخلاقیات کی تعلیم کے نام پر دینی تعلیم دینے کی اجازت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان دانشوروں کے اس جذبے کے پس پشت کوئی خلوص نہیں ہے بلکہ ان کو یہ فکر لاحق ہے کہ ملت کی قیادت صرف علماء کے ہاتھ میں کیوں ہے۔ اور کیوں نہ ان مدارس سے روحانیت کا جذبہ چھین کر ان کو صرف ایک تعلیم گاہ ہی بنادیا جائے جس کے مشیر خاص یہ دانشوران ملت کیوں۔

دوسرا پس پردہ یہ نصب العین ہے کہ اس طرح شرکت قیادت کے بعد مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا جو مطالبہ ان حضرات کی طرف سے اب تک کیا گیا ہے اور علماء کی جماعت نے اس کو ناممکن بنادیا ہے وہ آسان ہوجائے گا۔

تیسرا نصب العین یہ ہے کہ علوم عصریہ کے ہزاروں گریجویٹ بے روزگار ہیں اگر ہر مدرسہ ایک ایک گریجویٹ بھی اپنے یہاں رکھ لے تو ان کی بے روزگاری دور ہوجائے گی اور اس کے بعد ان کو یہ بھی امید ہے کہ ان مدارس کو حکومتی امدادوں کے توسط سے اس طبقہ کو مدارس میں دخل اندازی کا موقع مل جائے گا۔

اگرچہ طبقہ مخلص ہے تو ایک مدرسہ اپنے نصاب کے مطابق دینی علوم اور عصری علوم کی شمولیت کے ساتھ قائم کرکے اس مدرسہ کی دینی افادیت ثابت کردیں اگر اہل مدارس مطمئن ہوگئے تو وہ خود بخود اس انداز تعلیم کو قبول کرلیں گے۔ اور یہ بات حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم کے دور سے کہی جارہی جس کا تفصیلی خاکہ سید حامد کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے۔ ان دانشوران ملت کی عقل و دانش میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ آپ ہائی اسکول سے بی اے ایم اے وغیرہ تک آرٹس، کامرس اور سائنس کے شعبے علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں کسی شعبہ والے سے یہ نہیں کہتے کہ وہ دوسرے شعبہ کے مضامین بھی پڑھائے مگر اہل مدارس سے کہتے ہیں کہ اپنے مضامین بھی پڑھاؤ اور عصری علوم بھی۔ جہاں تک مدارس اسلامیہ کی نوعیت ہے۔

قرآن کریم میں پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۴ میں اس ہدایت کی گئی ہے کہ "تم میں سے کچھ لوگ ضرور ایسے ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ آیت:۱۱۰ دنیا میں تم ہی وہ بہترین گروہ ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو خطبہ حج الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اب خدا کا یہ پیغام تمہیں اور تمہارے بعد کے لوگوں کو دنیا کے انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

یہ تین بنیادیں جن کے لئے یہ مدارس قائم کئے گئے ہیں۔ ہم سائنس کے لوگوں سے کبھی نہیں کہتے کہ آرٹس کے مضامین پڑھاؤ کامرس کے لوگوں سے کبھی نہیں کہتے کہ سائنس پڑھاؤ۔ آرٹس کے لوگوں سے کبھی نہیں کہتے کہ سائنس یا کامرس کے مضامین پڑھاؤ وہاں ہر فن کے تخصص کی بات کرتے ہیں یہاں فرماتے ہیں کہ اپنے مضامین کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھاؤ تاکہ یہ لوگ اپنی روزی کما سکیں۔ ان کو ہمارے دینی طلباء کی روزی کی فکر ہے جس کا وعدہ باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔ غور تو فرمائیں جس چیز کی ضمانت ہمیں خدا کی طرف سے مل رہی ہے اس کی تو ہمیں فکر کرانے کی تجویز پیش کی جاتی ہے اور جو ڈیوٹی خدا نے ہماری لگادی ہے اس کی انجام دہی کی کوئی فکر نہیں۔ جب خدا کی نوکری کروگے تو پھر رزق کی فکر کیسی؟ الحمدللہ ہمارا کوئی مولوی بے روزگار نہیں ملے گا۔ حسب صلاحیت وہ کہیں مدرس ہوتا ہے کہیں موذن اور کہیں امام اور کہیں دوسرے ذرائع سے خدمت خلق میں مصروف رہتا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ان حضرات کو یہ فکر ہے کہ مولوی صاحب کے گھر میں ٹیلی ویژن کیوں نہیں۔ فون کیوں نہیں، عمدہ فرنیچر رہائشی سہولیات کیوں نہیں۔ حقیقتاً ان سب کو مولوی صاحب نے کوئی ہمدردی نہیں ہے ان کو فکر یہ ہے کہ مولوی صاحب کے گھر میں شیطان کا داخلہ کیوں نہیں؟

ہمارے مدارس کی جو بنیادیں ہیں وہ تاریخ دارالعلوم دیوبند میں واضح طور درج ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) ان مدارس کو کسی بھی طرح کی بیرونی غلامی سے آزاد رہنا ہے۔

(۲) بنیادی طور پر یہ دینی ادارے ہیں اور اسلامی قوت کے سرچشمے ہیں اور اوّل تا خیر اسلامی شریعت کے پابند ہیں۔

(۳) ان کا نظام تعلیم، ان کا نظام مالیات و انتظام کسی بھی بیرونی دخل اندازی سے آزاد ہونا چاہئے۔

(۴) ان مدارس کی مالیاتی بنیاد توکل علی اللہ پر ہے عوامی چندے اور عطیات کی بنیاد پر چلائے جاتے ہیں۔

(۵) سرکاری کی شرکت اور امراء کی شرکت سے بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

اب ان اصولوں کا نتیجہ بھی دیکھ لیں کہ یہاں کیسی کیسی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں، حیدرآباد ریاست میں ایک علمی ادارہ دائرۃ المعارف تھا جس کی بہت سی علمی خدمات ہیں۔ ان کے کاموں کو نظام حیدرآباد خود دیکھا کرتے تھے ایک بار عربی فارسی امور کی تحقیقاتی مقاصد کے لئے جناب قاری طیب کے والد مولانا محمد احمد اور دارالعلوم کے دو مزید فضلاء اس ادارے سے وابستہ ہوگئے۔ نظام ان کے کاموں سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا "ہمارے دفاتر اور اداروں کی ایک ضرورت انگریزی بھی ہے اگر دارالعلوم دیوبند اپنے نصاب میں انگریزی بھی شامل کرلے تو ہم اس کی سند کو بی اے کے مماثل تسلیم کرلیں گے۔ یہ تو قانونی شکل ہوگی لیکن جب تک قاسمی حضرات ملیں گے کسی بی اے کو تقرر نہیں دیں گے"۔

مولانا محمد احمد نے یہ تجویز اس وقت کے مہتمم مولانا یعقوب کو بھیجی مولانا یعقوب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب مولانا محمد احمد رمضان کی تعطیل میں دیوبند شریف لائے تو انہوں نے مولانا یعقوب سے اپنی تجویز کا پھر اعادہ فرمایا تو جو جواب انھوں نے دیا وہ درج ذیل ہے (اس کے راوی مولانا منظور نعمانی ہیں) اس لئے نقل کی گستاخی کررہا ہوں۔ "محمد احمد میں تمہیں بے وقوف تو سمجھتا تھا مگر اتنا نہیں سمجھتا تھا، ہم تو پیدا ہی وہ افراد کرتے ہیں جن کا کوئی گاہک دنیا میں نہ ہو اگر اس کا گاہک دنیا میں ہوگیا تو وہ ہمارے کام سے گیا۔

اسی دائرہ المعارف سے شیخ الادب دارالعلوم دیوبند، مولانا اعزاز علی کو ۵۰۰ روپیہ ماہانہ کی آفر ملی۔ جو جواب انہوں نے دیا وہ ہم سب کے لئے جو زندگی میں دنیاوی سہولیات کی خواہشات ہی کو زندگی کا اصل مقصد سمجھتے ہیں مقام عبرت ہے۔

"مدرسہ سے پندرہ روپیہ ماہانہ ملتے ہیں۔ میرا کام آٹھ نو روپے میں چل جاتا ہے پریشان رہتا ہوں کہ ان کو کہاں خرچ کروں پانچ روپیہ ملنے لگیں گے تو میں تباہ ہوجاؤں گا میری معذرت قبول فرمائیں۔

اب دو مختلف النوع نصاب کے اداروں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالیں حالانکہ دونوں ادارے معتبر دینی ادارے ہیں یعنی دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ندوۃ العلماء کے تعلیمی معیار اور دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے کسے انکار ہوسکتا ہے لیکن کیا ندوہ ایک بھی حسین احمد پیدا کرسکا۔ ایک بھی شبیر احمد عثمانی یا ایک مفتی عزیزالرحمٰن پیدا کرسکا اگر نہیں تو کیوں وجہ صاف ہے کہ وہاں اس چیز کا فقدان ہے جسے قرآن کریم نے ذکر اور احسان سے تعبیر کیا ہے۔

مدارس کے فارغین کے لئے اگر آپ مخلص ہیں تو آپ ان اداروں کے فارغین کے لئے ایک سہ سالہ نصاب منظور کریں اور اس میں ان کو داخلہ دیں۔ جیسا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، کشمیر یونیورسٹی یہاں تک کہ بنارس ہندو یونیورسٹی اور لکھنؤ یونیورسٹی کے فارغین کو انٹرمیڈیٹ کے برابر کا درجہ دیا ہے اور ان کو بی اے میں۔ بی یو ایم ایس میں داخلے کا مجاز قرار دیا ہے۔ آپ اس سہ سالہ نصاب میں انگریزی اسلامک اسٹڈیز کمپیوٹر اقتصادیات، اردو، وغیرہ مضمون شمار کراسکتے ہیں جو لوگ سائنس سائڈ میں جانا چاہیں وہ اسلامک اسٹڈیز، تاریخ اسلامی اور اقتصادیات کے بجائے فزکس کیمسٹری، بائیولوجی اور ریاضی کے مضامین لے سکتے ہیں۔

اب ایک تجربہ کرکے دیکھئے، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تحت درجات قائم کیجئے اور عربی مدارس کے فارغین کو کمپٹیشن کے ذریعہ داخلہ دیجئے پھر دیکھئے کہ یہ طلبہ دوسرے ہم عصر اداروں کے مقابلے میں آتے ہیں یا نہیں۔ ویسے آپ بھی یہ طلبہ ملک کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں کہ نہیں مثلاً عربی جرائدس، اڈیٹری، آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے عربی پروگرام میں شرکت ایکسپورٹ اداروں میں مارکٹنگ مینجمنٹ میں شمولیت وغیرہ وغیرہ۔

●●

زیادہ سوالات کرنے سے پرہیز

محمد سیف اللہ، کوٹہ (راجستھان)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں"۔ (سورۃ المائدہ: ۱۰۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور سوال کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال"؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آیا اور فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (حج ہر سال) فرض ہوجاتا اور اگر فرض ہوجاتا تو تم نہ کرپاتے اور اس طرح کفر میں جاپڑتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بس وہیں رک جاؤ جہاں میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے"۔ ایک موقع پر ایک صاحب بھرے مجمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ بیٹھے کہ "میرا اصلی باپ کون ہے"؟— ایسے ہی لایعنی اور غیر ضروری سوالات سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "میں نے تمہیں جس چیز سے روکا ہے اس سے پرہیز کرو اور جس چیز کا حکم دیا ہے اس میں سے جس حد تک کرسکو کرو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک و برباد کرنے والی چیز اپنے انبیاءؑ سے ان کا زیادہ سوال کرنا اور اختلاف کرنا تھا۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال چھیڑا جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اور پھر محض اس کے سوال چھیڑنے کی وجہ سے وہ چیز حرام ٹھیرائی گئی"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ فرائض تم پر عائد کئے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے۔ ان کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اسے بھول لاحق ہوئی ہو، ان کی کھوج میں نہ پڑو"۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ایک شخص نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا، آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چمٹاتے اور چومتے دیکھا ہے، اس نے کہا اگر بھیڑ کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: "خیال کو جاکر یمن میں (یعنی دور دراز) پھینک آؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹاتے اور چومتے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ تم حتی المقدور اتباع کی فکر کرو اور حقیقتاً معذوری پیش آنے سے پہلے اسے فرض کرنے میں نہ لگو ورنہ اتباع کا عزم کمزور پڑ جائے گا"۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مصیبت نازل ہونے سے پہلے اس کے بارے میں جلد بازی نہ کرو (کیونکہ فرضی سوال و جواب سے اختلافات پیدا ہوں گے) اور جب مسئلہ واقعی پیدا ہوجائے تو اس وقت جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق شامل ہوگی"۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علم میں پختہ کار وہ ہوتا ہے جس کی قسم سچ نکلے، زبان سچی ہو، قلب میں استقامت ہو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو پاکیزہ رکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام چیزوں سے بچو تو سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے"۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو علم کی برکت سے محروم کرنا چاہتا ہے تو اس کی زبان پر الجھانے والی باتیں جاری کردیتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زیادہ بات اور زیادہ فتوی دینے کو معیوب قرار دیتے تھے۔ آپ سے منقول ہے کہ اگر کوئی سنت کے بارے میں بحث و مباحثہ کرنا چاہے تو اسے صرف سنت بتا دی جائے اور سکوت اختیار کرلیا جائے کیونکہ علم میں بحث و مباحثہ اور ریاکاری آدمی کے دل سے علم کا نور چھین لیتی ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل عبادت اللہ تبارک و تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رکنا ہے یعنی فرائض کے بعد نوافل سے زیادہ اہم محرمات (حرام کی گئی چیزیں) سے بچنا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حرام کا ایک پیسہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک لاکھ خرچ کردینے سے افضل ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ رات میں نماز پڑھنا اور دن میں روزہ رکھنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرنا اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا ہے۔ اب اگر اس کے بعد کوئی نیک عمل کرتا ہے تو یہ بھلائی در بھلائی ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ ہی سے یہ قول بھی منسوب ہے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں فرض نمازوں اور واجب وتر کے علاوہ مزید کوئی نماز نہ پڑھوں اور فرض زکوٰۃ کے علاوہ ایک پیسہ بھی صدقہ نہ کروں اور رمضان کے علاوہ ایک دن بھی روزہ نہ رکھوں اور فرض حج کے علاوہ کوئی حج نہ کروں لیکن حرام سے بچ جاؤں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نفلی عبادتوں کی کثرت سے زیادہ افضل حرام چیزوں سے بچنا ہے۔

دین کو سمجھنے اور جاننے کے لئے سوال اسی وقت قابل قدر ہوگا جب عمل کے لئے ایسا کیا جائے بحث و مباحثہ اور ریاکاری کے لئے نہیں۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ مسئلہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے بارے میں سوال ناپسند کرتے تھے اور اس کے بارے میں جواب نہیں دیتے تھے۔

نفاذ شریعت اور سیاسی طاقت

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے"۔ (سورہ بنی اسرائیل:۸۰) مطلب یہ ہے کہ یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر، یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو ٹھیک کرسکوں، بے حیائیوں، برائیوں اور گناہوں کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری و ساری کرسکوں۔

اسی کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدباب کردیتا ہے جن کا سدباب قرآن حکیم سے نہیں کرتا"۔ معلوم ہوا کہ اسلام دنیا میں جو سدھار و اصلاح چاہتا ہے وہ صرف زبانی نصیحت اور یاد دہانی سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کو عمل میں لانے کے لئے سیاسی طاقت بھی ضروری ہے۔ پھر جبکہ یہ دعا اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو خود سکھائی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت دین اور نفاذ شریعت اور اللہ کی حدود کو جاری کرنے کے لئے حکومت چاہنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو اسے دنیا پرستی یا دنیا طلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیا پرستی اگر ہے تو یہ کہ کوئی شخص اپنے لئے حکومت کا طالب ہو۔ خدا کے دین کے لئے حکومت کا طالب ہونا دنیا پرستی نہیں ہے بلکہ خدا پرستی کا عین تقاضا ہے۔ اگر جہاد کے لئے تلوار کا طالب ہونا گناہ نہیں ہے تو شریعت کے احکام کو جاری کرنے کے لئے سیاسی اقتدار کا طالب ہونا آخر گناہ کیسے ہوجائے گا؟

●●

دعوت

۲۸ مئی ۲۰۰۹ء

ہند۔پاک تعلقات

یو پی اے کی نئی مرکزی حکومت نے اس بات کے اشارے دیئے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ بات چیت دوبارہ شروع ہوسکتی ہے بشرطیکہ پاکستان ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ٹھوس قدم اٹھائے جن کی بنا پر مذاکرات کا یہ عمل تعطل کا شکار ہوگیا تھا۔ واضح رہے کہ گزشتہ برس ممبئی پر ہونے والے دہشت گردانہ حملے کے بعد حکومت ہند نے پاکستان کے ساتھ ہر قسم کی بات چیت کے عمل کو اس وقت تک کے لئے روک دینے کا اعلان کیا تھا جب تک پاکستان اس کا ٹھوس ثبوت نہیں پیش کردیتا کہ اب اس کی سرزمین کو ہندوستان مخالف سرگرمیوں کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات نئے وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا نے اپنے عہدے کا حلف اٹھانے کے بعد گزشتہ ہفتہ کے روز یعنی ۲۳ مئی کو میڈیا سے اپنے پہلے خطاب میں کہی۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان، پاکستان کے ساتھ بات چیت کرنے اور اس کی طرف دوستی کا ہاتھ ایک بار پھر بڑھانے کو تیار ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ پاکستان عملی طور پر دنیا کو یہ بتائے کہ اس نے اپنی سرزمین سے شدت پسندوں کا خاتمہ کردیا ہے یا اس سلسلے میں اس نے ٹھوس کارروائیاں کی ہیں، ان کارروائیوں کے اثرات دنیا کے سامنے آجائیں تو دنیا کو بھی اس کا یقین ہوجائے گا کہ واقعی حکومت پاکستان اس معاملے میں سنجیدہ ہے۔ جناب ایس ایم کرشنا نے کہا کہ ہندوستان، پاکستان سمیت اپنے تمام پڑوسیوں کے ساتھ اچھے اور دوستانہ رشتے قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ مل جل کر خطے میں امن وترقی کے قیام کی کوشش کی جائے۔ یہ ہندوستان کی پہلی ترجیح ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ پڑوسی تو تبدیل نہیں کرسکتے، اس لئے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ امن کے ساتھ کس طرح رہا جاسکتا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے رشتے اتنے نازک اور حساس ہیں کہ بہت جلد متاثر ہوجاتے ہیں، دونوں کو ایک دوسرے سے اتنی شکایتیں ہیں کہ ان کا یک لخت دور ہونا مشکل نہیں بلکہ امر محال ہے۔ تعلقات اور رشتوں کو بگاڑنے والے عوامل بے شمار ہیں۔ یہ عوامل متحرک وفعال بھی ہیں، لیکن جیسا کہ جناب ایس ایم کرشنا نے کہا کہ پڑوسی تبدیل نہیں کئے جاسکتے رہنا ان کے ساتھ ہی ہے۔ لہٰذا یہ پڑوسیوں کی ہی ذمے داری ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ ان کی باہمی شکایتیں کس طرح دور ہوسکتی ہیں۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ وہ باہم برابر ملتے رہیں۔ اگر اس کا سلسلہ جاری رہے تو اس سے یہ امید وابستہ رکھی جاسکتی ہے کہ تصفیہ ہوجائے گا، مصالحت کی راہیں نکل آئیں گی۔ اس سے غلط فہمیاں بھی دور ہوسکتی ہیں اور جائز شکایتوں کے ازالے کی صورتیں بھی نکل سکتی ہیں۔ دوری سے نہ صرف غلط فہمیوں میں اضافہ ہوگا بلکہ شکایتیں بھی جمع ہوتی چلی جائیں گی۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تعلقات میں بدمزگی پیدا کرنے والوں کو بھی حالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ لیکن چونکہ یہ دو طرفہ معاملہ ہوتا ہے لہٰذا کسی ایک فریق کی خواہش اور کوشش کارگر ثابت نہیں ہوسکتی۔ دونوں کی آمادگی اور رضامندی ضروری ہے۔ اس لئے پاکستان کو بھی اعتماد سازی کے لئے ٹھوس قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اعتماد کو ٹھیس پہنچانے والی کارروائیوں سے دونوں کو بچنا چاہئے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اپنا مسئلہ کہیں اور نہ لے جایا جائے، نہ کسی اور سے شکایت کی جائے اور اس پر انحصار کیا جائے کہ اب اسے کارروائی کرنی چاہئے۔ ہند۔ پاک تعلقات کے بگڑنے میں اس کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

روزگار کیلئے امریکہ جانے والے اب واپس بھاگ رہے ہیں

○

امریکی اقتصادیات کی بدحالی نے اس ملک میں ملازمت وروزگار کے مواقع انحطاط سے دوچار کردیئے ہیں جہاں اہل علم ودانش امریکہ کی خوشحالی، دولت وثروت، طاقت وقوت اور عیش وعشرت کی سہولتوں کو دیکھتے ہوئے اسے بہشت ارضی تصور کرکے ادھر دوڑتے نظر آتے تھے وہاں جانے کے لئے سوتے جاگتے خواب دیکھتے تھے، وہاں کی معمولی درجے کی ملازمت پر بھی فخر کرتے تھے۔ اعزا واقرباء اور رشتے دار بھی شان کے ساتھ بیان کرتے تھے "امریکہ میں رہتے ہیں، امریکہ گئے ہیں، امریکہ کی شہریت حاصل ہوگئی ہے، گرین کارڈ مل گیا ہے"۔ اب غربت و افلاس اور ویرانی و بیروزگاری کی طرف اس کے تیز رفتار سفر کو دیکھتے ہوئے "قسمت کے چکر" پر ماتم کناں نظر آرہے ہیں۔ اب امریکہ جانے کی دوڑ تو گئے گزرے زمانے کی بات ہوگئی ہے۔ وہاں سے واپسی کی دوڑ تیز ہوگئی ہے۔ تگر امریکہ جانے کی دوڑ میں جوش تھا، چہروں پر رونق تھی، دلوں میں امنگیں تھیں اور اب واپسی کے سفر میں چہرے پژمردہ ہیں۔ بے بسی اور مایوسی ہے۔ بے یقینی کی کیفیت ہے۔ واشنگٹن میں غیر جانبداری کے ساتھ ریسرچ کرنے والے ریسرچ گروپ پیو ہسپانک سنٹر کے سینئر ڈیموگرافر جیفری ایس پاسل کا کہنا ہے: "اگر روزگار دستیاب ہیں تو لوگ آتے ہیں۔ روزگار نہیں ہیں تو لوگ نہیں آئیں گے۔ امریکہ کی اقتصادیات کی دگرگوں حالت کا دوسرے ممالک پر بھی برا اثر پڑ رہا ہے۔

میکسیکو حکومت کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ میکسیکو سے امریکہ جانے والوں کی تعداد میں زبردست کمی آئی ہے۔ حال ہی میں جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق اگست ۲۰۰۸ء میں ختم ہونے والے سال میں دو لاکھ ۲۶ ہزار سے زیادہ لوگ میکسیکو سے دوسرے ملکوں میں روزگار حاصل کرنے کی غرض سے گئے تھے۔ یہ تعداد اس سے پہلے کے سال کے مقابلے میں پچیس فیصد کم تھی۔ رپورٹ میں "دیگر ممالک" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کو جانے والوں کی تعداد تو برائے نام ہی رہتی ہے میکسیکو سے باہر تقریباً تمام لوگ امریکہ کا رخ کرتے رہے ہیں۔ نقل مکانی کے اس سیلاب کی وجہ سے میکسیکو نژاد آبادی امریکہ میں ۱۹۹۰ء کی دہائی سے ہر سال تیزی کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اس میں کسی حد تک کمی صرف گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے المیہ کے بعد آئی تھی۔ میکسیکو اور امریکہ دونوں کے ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ میکسیکو سے امریکہ جانے والے قانونی طریقے بھی اپناتے تھے اور غیر قانونی طریقے بھی۔ حکومت غیر قانونی عمل کو روکنے کی تدابیر بھی کرتی تھی۔ چنانچہ بارڈر پر برابر گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ لیکن اب جبکہ امریکہ کی اقتصادیات خود ہی بیمار ہیں طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہیں۔ ان سے استفادے کا خیال اور امیدیں لگانا لوگ ترک کرچکے ہیں۔ بارڈر کے آس پاس رین بسیروں اور شیلٹروں میں بھی بھیڑ لگی رہتی تھی اب وہ بھی خالی پڑے رہتے ہیں۔ ان کے اندر سناٹا طاری رہتا ہے۔ ان کے مالکان بھی بیروزگاری سے دوچار ہورہے ہیں۔ امریکی جانب کیلیکسیکو و کیلیفورنیا بارڈر کے پاس گشت لگانے والی وین بھی اپنے اڈے پر خالی لوٹ جاتی ہیں کہ یہاں آنے والا کوئی نظر نہیں آتا پھر وین میں کس کو بٹھا کر لے جائیں۔ ایجنٹ بھی روزگار کی دوسری راہیں تلاش کررہے ہیں۔ اگرچہ ذمہ داران حکومت حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں آنے والوں کی کمی کے بہت سے اسباب بیان کرتے ہیں۔ لیکن نقل وطن کرنے والوں کا مطالعہ کرنے والے سنٹر کے ذمے داروں کا کہنا ہے کہ اب یہاں آنے والوں کی تعداد زوال پذیر ہے جبکہ واپس جانے والوں کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہورہا ہے۔ اس سب کے باوجود جنگی جنون میں مبتلا امریکی حکمرانوں کا حال یہ ہے کہ وہ افغانستان، عراق اور پاکستان وغیرہ میں جنگ کی آگ میں ڈالروں کی گڈیاں ڈال ڈال کر اس کو بھڑکا رہے ہیں۔ ان کے حکمرانوں کو اپنے شہریوں کو قتل کرنے اور اپنے ملکوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے ڈالروں کے جہاز بھر بھر کر بھیج رہے ہیں۔ سازشیں کررہے ہیں، سازشوں پر دولت بہا رہے ہیں۔ ۶۰ء کی دہائی میں اپنے یہاں انسانوں کو بطور غلام خرید وفروخت پر پابندی کا قانون بنانے کے باوجود دوسرے ملکوں کے حکمرانوں اور سازشی دماغوں کی خرید وفروخت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ خود قرض دار ہیں اور دوسروں کو امداد کے نام پر دماغوں کو خرید خرید کر دنیا کو تباہی وبربادی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ ●●

اسرائیلی وزیراعظم اور امریکی صدر کی پہلی ملاقات

○

امریکی صدر بارک حسین اوباما اور اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کی پہلی ملاقات میں جو کچھ آثار سامنے آئے ہیں جو اسرائیل اور امریکہ کی ساٹھ سالہ باکمال دوستی میں دراڑوں کا نکتہ آغاز ہوسکتا ہے۔ جب فلسطین جیسا پرانا جھگڑا سامنے ہو تو پہلی ملاقات میں زیادہ توقعات نہیں رکھی جانی چاہئے۔ ملاقات سے پہلے ہی اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو اور امریکی صدر کے درمیان اختلافات کی اطلاعات تھیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ بنجامن نیتن یاہو اور امریکی صدر کے اختلافات سامنے آئے ہوں۔ بنجامن نیتن یاہو جب ۱۹۹۶ء اور ننانوے کے دوران وزیراعظم تھے تب بھی ان کے صدر بل کلنٹن سے اختلافات سامنے آئے تھے۔ لیکن ۱۹۹۶ء جیسی صورتحال کے بارے میں سوچنا ابھی شاید بہت قبل از وقت ہے کیونکہ یہ دونوں رہنماؤں کی پہلی ملاقات تھی۔ امریکہ اور اسرائیل کی دوستی میں دراڑوں کا سوچنے والوں کو یہ بھی بہرحال ذہن میں رکھنا چاہئے کہ دونوں ممالک کے درمیان ایسے رشتے ہیں جن کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔

امریکی صدر ہیری ٹرومین کے دور میں جب اسرائیلی ریاست اور امریکہ میں اہم سفارتی رشتہ قائم ہوا تو اس کے بعد سے دونوں ممالک کے رشتے گہرے ہوتے گئے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنجامن نیتن یاہو اور بارک حسین اوباما اچھے دوست نہیں ہیں۔ اس وقت امریکی صدر بارک حسین اوباما اور بنجامن نیتن یاہو میں جس مسئلے پر اتفاق ہے وہ ہے ایران کا جوہری پروگرام۔ دونوں لیڈر متفق ہیں کہ ایران کو جوہری ہتھیار حاصل کرنے سے روکنا ضروری ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے طریقے کار پر اتفاق نہیں ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو اس مسئلے پر سخت گیر رویے کے حامی ہیں جبکہ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے ایران کے بارے میں پالیسی کو سال کے آخر تک مؤخر کر رکھا ہے۔ اسرائیل کو یقین ہے کہ امریکی انتظامیہ کی ایران پالیسی کامیاب نہیں ہوگی لیکن وہ امریکہ کو ہدایات دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ بارک حسین اوباما اور بنجامن نیتن یاہو کی ملاقات میں امریکی صدر نے فلسطینی مسئلے کے حل کے لئے دو ریاستی منصوبے کو دہرایا ہے اور دونوں فریقوں کو اپنے عہد کو پورا کرنے کا مشورہ دیا۔ بارک حسین اوباما نے کہا کہ اسرائیل کو یہ حق حاصل ہے کہ غزہ سے ہونے والی کسی کارروائی کو برداشت نہ کرے جس سے اس کے شہریوں کی حفاظت پر اثر پڑتا ہو لیکن انھوں نے اسرائیل کو فلسطینیوں کی نقل وحرکت پر پابندیوں کو کم کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس طرح کی پابندیاں دیرپا امن کے لئے سودمند نہیں ہیں۔ اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو دو ریاستی منصوبے پر یقین نہیں رکھتے اور ان کا خیال ہے کہ یروشلم کے مشرق میں آزاد فلسطینی ریاست حزب اللہ اور ایران کے میزائلوں کا اڈا ثابت ہوگی اور ان میزائلوں کے نشانے پر اسرائیلی شہری ہوں گے۔ اسرائیلی وزیراعظم فلسطینیوں کو محدود پیمانے کی آزادی دینے کے حق میں ہیں جس کے تحت وہ اپنی معاشی حالت کو بہتر کرلیں۔

اسرائیلی اور امریکی صدر کے درمیان فلسطینی مسئلے پر اختلافات ایک تنازعے کی شکل اختیار کرسکتے ہیں۔ توقع کی جارہی ہے کہ صدر بارک حسین اوباما ۴ جون کو مشرق وسطی کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان مصر کے دورے کے دوران کریں گے۔ اگر اوباما انتظامیہ واقعی سنجیدہ ہے اور عالمی قوانین کی خلاف ورزی میں فلسطینی زمین پر قائم کی جانے والی یہودی بستیوں کو روکنے سے متعلق کوئی بات کرتی ہے تو پھر بنجامن نیتن یاہو اور ان کے دائیں بازو کے حامیوں کے لئے برداشت کرنا مشکل ہوجائے گا۔

بنجامن نیتن یاہو کے ہمراہ امریکہ کا دورہ کرنے والے اسرائیلی اہلکار اسرائیلی صحافیوں کو اعتماد میں لے کر بتا رہے ہیں کہ دونوں ملکوں کے درمیان اختلافات کو ورکنگ کمیٹی کے ذریعے طے کرلیا جائے گا۔ لیکن یہ بات شاید اتنی آسان نہ ہو۔ اسرائیل اور امریکہ فطری اتحادی ہیں لیکن وہائٹ ہاؤس میں دونوں ملکوں کے لیڈروں کے بات چیت کے لہجے میں تبدیلی ایسی تھی جو جارج ڈبلیو بش کے زمانے میں سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی۔ اگر صدر اوباما مشرق وسطی میں امن کے بارے میں واقعی سنجیدہ ہیں تو ان کو دونوں فریقوں کے سلسلے میں مشکل فیصلے کرنے پڑیں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں دوست ممالک کے تعلقات میں کٹھن مراحل آئیں گے۔ (بی بی سی)

پارلیمانی انتخابات میں کانگریس کی کارکردگی

○

نئی دہلی۔ ملک کی سب سے پرانی پارٹی کانگریس نے ہندوستانی سیاست کے کینوس پر سیٹوں کی تعداد کے معاملے میں ۱۹۹۱ء کے بعد ایک بار پھر اپنی زبردست موجودگی درج کرائی ہے اور چار لوک سبھا انتخابات کے بعد اس نے دوسو سیٹوں کو عبور کیا۔ کانگریس نے گزشتہ بار ۱۹۹۱ء میں دسویں لوک سبھا انتخاب میں ۲۳۲ سیٹیں جیتی تھیں لیکن اس کے بعد اسے دوسو کا فیگر چھونے کے لئے اٹھارہ برس کا انتظار کرنا پڑا۔ اس بار اس نے مجموعی دوسو چھ سیٹوں پر قبضہ کیا ہے۔ قریب نو ریاستوں میں اسے چالیس فیصد سے زائد ووٹ حاصل ہوئے ہیں۔ جنوبی ریاستوں آندھرا پردیش، کرناٹک، کیرالہ اور تامل ناڈو میں اسے مجموعی طور پر ساٹھ سیٹیں ملیں۔ چودھویں لوک سبھا کے ۲۰۰۴ء میں ہوئے انتخاب میں کانگریس نے ۱۴۵ سیٹیں جیتی تھیں اور اسے ۲۶،۵۳ فیصد ووٹ ملے تھے۔ اس بار پارٹی نے ۶۱ سیٹیں زیادہ حاصل کرکے اپنے ووٹوں کا فیصد بڑھا کر ۲۸،۵۵ کرلیا۔ اس سلسلے میں کانگریس کے ترجمان اور جنرل سکریٹری جناردھن دویدی نے کہا کہ شاید یہ پہلا انتخاب ہے جب کسی اتحادی حکومت کے خلاف حکومت مخالف لہر نے کام نہیں کیا۔ ملک نے کانگریس اور یو پی اے پر اعتماد ظاہر کیا۔ پندرہویں لوک سبھا انتخاب میں کانگریس نے ۴۰۱ امیدوار کھڑے کئے جن میں سے ۲۰۶ امیدوار جیتنے میں کامیاب رہے۔ ۱۹۹۱ء کے بعد ہوئے چار لوک سبھا انتخابات میں کانگریس ۱۵۰ سیٹوں سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔ ۱۹۹۰ء کے عام انتخاب میں اس نے ۱۴۰ سیٹیں، ۲۸،۸۰ فیصد ووٹ، ۱۹۹۸ء کے بارہویں لوک سبھا انتخاب میں ۱۴۱ سیٹیں ۲۵،۴۲ فیصد ووٹ، ۱۹۹۹ء میں محض ۱۱۴ سیٹیں ۲۸،۳۰ فیصد ووٹ اور ۲۰۰۴ء میں ۱۴۵ سیٹیں، ۲۶،۵۳ فیصد ووٹ ملے۔ گزشتہ عام انتخابات میں کانگریس کی کامیابی کا تناسب ۳۴،۴۳ فیصد تھا۔ اس عام انتخاب میں اس کے نصف سے زائد امیدوار انتخاب جیتنے میں کامیاب رہے اور کامیابی کا تناسب بڑھ کر ۵۱،۱۲ فیصد ہوگیا۔ پندرہویں لوک سبھا کے انتخاب میں کانگریس نے کئی ریاستوں میں چالیس فیصد سے زائد ووٹ حاصل کئے ہیں ان میں سے دہلی ۵۷،۱۱ فیصد، سبھی سات سیٹوں پر جیت، راجستھان ۴۷،۱۹ فیصد، پچیس میں سے بیس سیٹیں، گجرات ۴۶،۵۲ فیصد، ۲۶ میں سے گیارہ سیٹیں، ہماچل پردیش ۴۵،۶۱ فیصد، چار میں سے ایک سیٹ، پنجاب ۴۵،۳ فیصد، تیرہ میں سے آٹھ سیٹیں، اتراکھنڈ ۴۳،۱۳ فیصد، تمام پانچ سیٹیں، ہریانہ ۴۱،۷۷ فیصد دس میں سے ۹ سیٹیں، مدھیہ پردیش ۴۰،۱۴ فیصد، ۲۹ میں سے بارہ سیٹیں اور کیرالہ ۴۰،۱۳ فیصد بیس میں سے تیرہ سیٹیں شامل ہیں۔

سیٹوں کے اعتبار سے کانگریس کی کارکردگی اترپردیش، آندھرا پردیش، کیرالہ، راجستھان، مدھیہ پردیش اور پنجاب میں بہتر رہی۔ راجستھان میں ۲۰۰۴ء کے انتخاب میں کانگریس کو پچیس میں سے چار سیٹیں ملی تھیں اور اب اس کا بیس سیٹوں پر قبضہ ہے۔ سیاست کے گڑھ اترپردیش میں گزشتہ بار ۸۰ میں سے ۹ سیٹیں جیتی تھیں جو اب بڑھ کر ۲۱ ہوگئیں۔ کیرالہ میں پچھلی بار اسے بیس میں سے ایک بھی سیٹ حاصل نہیں ہوئی جب کہ اس بار اسے تیرہ سیٹیں ملیں۔ کانگریس کے لئے سب سے زیادہ ووٹنگ کا فیصد اور سیٹوں کا ریکارڈ ۱۹۸۴ء میں رہا جب اندرا گاندھی کے قتل کے بعد ہمدردی کی لہر پر سوار ہوکر اس نے ریکارڈ ۴۰۴ سیٹیں حاصل کی تھیں۔ ۱۹۸۹ء میں اس نے غوطہ کھایا اور اس کی تعداد محض ۱۹۷ رہ گئی۔ اس سے پہلے ۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کے ذریعے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد ہوئے انتخاب میں محض اسے ۱۵۴ سیٹیں ہی ملی تھیں لیکن ۱۹۹۱ء میں کانگریس نے پھر بہتر کارکردگی پیش کی اور سیٹوں کی تعداد ۲۳۲ تک پہنچادی۔ ●●

امریکہ کو طالبان کے درمیان دراڑوں کی تلاش

○

لندن۔ بی بی سی اردو سروس کی ایک رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ امریکی خفیہ ادارے عراقی حکمت عملی کی طرز پر طالبان حامی قبائل کو طالبان سے توڑنے کے امکانات کا پتہ چلانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہوگئے ہیں۔ امریکی اخبار بوسٹن گلوب نے امریکی محکمہ دفاع کے حکام کے حوالے سے لکھا ہے کہ عراق میں شدت پسندوں کو ساتھ ملانے کے لئے جنرل ڈیوڈ پیٹرس کی کامیاب پالیسی کی طرز پر افغانستان میں بھی ایسے قبائل یا گروہوں کی نشاندہی کی کوششیں جاری ہیں جو کسی خاص مفاد کی وجہ سے امریکہ کے خلاف طالبان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اخبار کے مطابق ایک مرتبہ ایسے لوگوں کی نشاندہی ہوجانے کے بعد ان لوگوں کو سفارتی اور معاشی ترغیبات دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جائے گی۔ اعلی فوجی اور انٹیلیجنس حکام کا کہنا ہے کہ سردست وہ ایسے گروہوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے جو افغانستان اور پاکستان میں برسرپیکار ہیں۔ حکام کے خیال میں کئی جنگجوؤں پر 'طالبان' کا لیبل غلط طور پر لگایا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح ان لوگوں کو جو محض افغانستان یا پاکستان کی حکومتوں میں اپنا حصہ چاہتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا کردیا گیا ہے جو زیادہ خطرناک ہیں۔

اخبار کے مطابق ایک انٹیلیجنس افسر کا اپنا نام خفیہ رکھنے کی شرط پر کہنا تھا: "دیکھئے برے لوگوں کی ایک پوری صف ہے جس میں کھڑے تمام لوگوں کو 'طالبان' کہہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ہم پر گولیاں چلاتے ہیں۔ ان میں سے کئی گروہ ایسے ہیں جنھیں الگ کیا جاسکتا ہے۔ اس امریکی خفیہ جائزے میں کئی سو انٹیلیجنس اہلکار اور تجزیہ کار مصروف ہیں۔ توقع ہے کہ یہ کام اسی برس مکمل کرلیا جائے گا جس میں طالبان کے مختلف دھڑوں اور دوسرے گروہوں کی تفصیل ہوگی۔

واشنگٹن میں 'نیو امریکہ فاؤنڈیشن' سے وابستہ اور دہشت گردی اور انتہا پسندی کے موضوع پر مہارت رکھنے والے پیٹر برجن کہتے ہیں: "یہ ایک انتہائی اہم پیش رفت ہے۔ مسلح مزاحمت کو روکنے کا آسان طریقہ ہی یہ ہے کہ مزاحمت کاروں کو روک لیا جائے۔

عراق میں امریکی حکمت عملی کے تحت ۲۰۰۷ء اور ۲۰۰۸ء میں بعض سنی مزاحمت کاروں اور شیعہ ملیشیا کے ارکان کو مزاحمت ترک کرکے حکومتی حلقے میں شمولیت پر آمادہ کرلیا گیا تھا جس کے بعد عراق میں امریکی فوج پر عراقی سیکورٹی فورسیز پر حملوں میں کمی واقع ہوگئی تھی۔

بوسٹن گلوب نے محکمہ دفاع میں اپنے ذرائع کے حوالے سے لکھا ہے کہ افغانستان کے معاملے میں ان لوگوں کی نشاندہی کی جائے گی جو طالبان سے الگ ہوکر مذاکرات پر آمادہ ہوں، مثلاً گلبدین حکمت یار اور مولوی جلال الدین حقانی، جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ امریکی قبضے سے پہلے طالبان کمانڈر ملا محمد عمر کے ساتھ شراکت اقتدار کے خواہشمند تھے۔ اسی طرح بعض اطلاعات کے مطابق بعض طالبان بھی ثالث کے توسط سے افغان حکومت کے ساتھ رابطے میں ہیں۔ تاہم حکام کا کہنا ہے کہ وہاں موجود القاعدہ کے ارکان اور عربوں سے کسی قسم کی مفاہمت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اسی طرح وہاں ازبک، چیچن اور اوغر باشندے بھی ہیں جن کے اصل عزائم کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ ان غیر ملکیوں میں سے بہت سے تو سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد کے زمانے سے وہاں آباد ہیں اور وہیں شادیاں تک کرلی ہیں۔ اسی طرح پاکستانی طالبان ہیں جن کی علامت بیت اللہ محسود کو سمجھا جاتا ہے۔ پھر منشیات کے تاجروں کے گروہ الگ ہیں۔ کئی پختون قبائل اس لئے برہم ہیں کہ وہ اپنی سرزمین پر کسی غیر کو برداشت نہیں کرسکتے۔

ماہرین کے خیال میں ان تمام گروہوں اور دھڑوں کو الگ الگ کرنا امریکی مقاصد کے حصول کے لئے اہم کنجی ثابت ہوسکتی ہے۔ تاہم پیٹر برجن کا کہنا ہے کہ ان مختلف گروہوں کے ساتھ پائدار معاہدے کرنا عراق کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہوگا۔ خاص طور سے جبکہ امریکہ مزید اکیس ہزار فوجی افغانستان بھیج رہا ہے۔ ان کے بقول: 'طالبان کے ساتھ معاملہ کرنا عام خیال کے برعکس زیادہ پیچیدہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے خیال میں نئے فوجی دستے ان سے امن معاہدوں کے لئے تو آ نہیں رہے وہ تو انہیں مارنے کے لئے آرہے ہیں۔ ●●

فکر معاصر

سیکولرزم۔ کانگریس کی ذمہ داریاں

انتخابات کے نتائج کے اعلان کے بعد اب اس بات پر بھی اطمینان اظہار کیا جارہا ہے کہ رائے دہندوں کی اکثریت نے فرقہ پرست سیاست کو مسترد کردیا ہے بلکہ یہ بھی کہا جارہا کہ ورون گاندھی اور نریندر مودی نے ''ہندتو'' اور فرقہ پرستی کا کھلم کھلا مظاہرہ کرکے بی جے پی کو خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ سنگھ پریوار اور ہندتو کے علمبردار حالیہ شکست کے بعد ہمیشہ کے لئے میدان چھوڑ دیں گے۔ سنگھ پریوار کا مشن تقریباً ۸۰۔۹۰ برس سے جاری ہے اور اس کے جلد خاتمے کی بھی کوئی امید نہیں ہے۔ اس تناظر میں سیکولرزم کی حفاظت کی کانگریس پر ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ کانگریس کو یہ بھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کے اچھے دن ہمیشہ کے لئے لوٹ آئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کانگریس کا موقف خود کانگریس کو کس قدر کمزور نظر آرہا تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نتائج کے اعلان سے چند گھنٹے قبل تک اس کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ وہ یو پی اے اپنے بل پر حکومت بناپائے گی۔ اسی لئے کانگریس مختلف جماعتوں سے مدد اور تعاون لینے کے لئے تیار تھی لیکن نتائج کے اعلان کے بعد یو پی اے اور خود کانگریس کے طاقتور موقف حاصل کرنے کے بعد کانگریس کا مزاج اور فکر یکسر بدل گئی اور اب کانگریس اپنے پرانے اور آزمائے ہوئے ساتھیوں کو دوبارہ اپنی صفوں میں شامل کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتی ہے۔ چنانچہ اب اگر کانگریس نئی نئی ملی کامیابی کے نشے میں خود کو سیکولر قوتوں سے الگ کرلے گی تو اس کا سب سے زیادہ بلکہ کانگریس سے بھی زیادہ نقصان سیکولرزم کو پہنچے گا۔ کانگریس کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ سنگھ پریوار اور خاص طور پر بی جے پی میں اب بھی خاصا دم خم باقی ہے اور کانگریس تمام ریاستوں میں یکساں طور پر طاقتور نہیں ہے۔ مثلاً کرناٹک، بہار اور بڑی حد تک یو پی اور تامل ناڈو وغیرہ۔ اس لئے کانگریس کو نہ صرف اپنی بقا کے لئے بلکہ سیکولرازم اور دوسری سیکولر جماعتوں کی بقا کے لئے سیکولر جماعتوں سے اتحاد قائم رکھنا چاہئے۔ ایسا کرنا وقت اور مصلحت کا تقاضا ہے۔ بہار میں کانگریس اب بھی نہ صرف کمزور ہے بلکہ اس کو سہاروں کی ضرورت ہے جبکہ دوسری جانب بی جے پی اور بی جے پی کی حلیف نتیش کمار کی جنتا دل (یو) اب خاصی طاقتور ہیں۔ اگر بہار میں کانگریس ایسی ہی کامیابی حاصل کرتی جیسی کہ اس نے آندھرا پردیش یا مہاراشٹر اور راجستھان میں حاصل کی تھی تو آر جے ڈی کو نظر انداز کرنا کوئی معنی رکھتا تھا۔ اب رہ گئے نتیش کمار تو نتیش کمار اور ان کی جنتا دل (یو) اول تو سیکولر کہلائے جانے کے ہی مستحق نہیں ہیں اور اگر ان میں کچھ سیکولرزم ہو بھی تو اس کی حیثیت انتہائی مشکوک ہوگی۔ جے للتا، مایاوتی، چندرا بابو نائیڈو اور اجیت سنگھ کی طرح ان کا سیکولرزم مشکوک اور ناقابل بھروسہ ہے۔ اسی طرح کرناٹک کی جنتا دل (ایس) کا معاملہ ہے؛ اگر کرناٹک میں جنتا دل ایس کا کانگریس سے اتحاد ہوتا تو بی جے پی کو اتنی نشستیں ہرگز نہ ملتیں۔ کرناٹک، بہار اور یو پی میں بی جے پی کو بے اثر کرنے کے لئے کانگریس کا اتحاد ضروری ہے۔ اسی طرح ساجوادی پارٹی کے سیکولرزم (جس کو امر سنگھ پہلے ہی خاصا کمزور کر چکے ہیں) کو مستحکم اور برقرار رکھنے کے لئے کانگریس کو ساجوادی پارٹی کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ علاوہ ازیں بحیثیت وزیر لالو پرساد کی ریلوے جیسے محکمے میں کارکردگی اور حسن انتظام بے مثال رہی ہے۔ علاوہ ازیں کانگریس کے وہ عناصر جو نرم ہندتو پر ایقان رکھتے ہیں وہ لالو پرساد کے بے حد خلاف ہیں۔ اگر کانگریس نے اب بھی نرم ہندتو والوں پر گرفت نہ کی تو یہ آگے چل کر کانگریس کے لئے خاصا نقصاندہ ثابت ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ کانگریس کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کے لئے نجات دیدہ و دل کی گھڑی آچکی ہے۔ فرقہ پرستوں اور فاشسٹوں کے خلاف جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی جو بغیر حلیفوں کے وہ بھی قابل اعتماد کو ساتھ لئے جیتی نہیں جاسکتی ہے۔

(منصف، حیدرآباد)

ایک مذموم منصوبہ

میاں علی رضا

اس وقت پورے عالم بالخصوص مسلم دنیا کو جس سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے وہ نام نہاد صہیونی مملکت ہے جس کو مغربی استعماری طاقتوں اور امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں ایک زہریلے بیج کی طرح بویا تھا جو کہ اب ایک زہریلا تناور درخت بن چکا ہے۔ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں ناسور کی سی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس کے ہوتے ہوئے یہ مسلم امہ اپنے ماضی جیسا عروج حاصل نہیں کرسکتی۔ دوسری طرف امریکہ اور مغربی استعماری قوتیں اسرائیل کو مضبوط کرکے مشرق وسطیٰ جیسے قدرتی دولت سے مالامال خطے کو کنٹرول کرنے کا مذموم خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں ناسور کی سی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اسرائیل کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ انسان اور انسانی وجود کے لئے خطرات پیدا کرے۔ اسرائیل اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عالمی طاقتوں اور عالمی وسائل کا بڑی عیاری اور چابکدستی سے استعمال کر رہا ہے۔ یہودیوں کا یہ وطیرہ اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ عالمی میڈیا پر یہودیوں کا کنٹرول ہونے کے باوجود اب تجزیہ نگار دبے لفظوں میں عالمی معاشی بحران کے پیچھے کارفرما عناصر کو صہیونیوں سے ملا رہے ہیں یعنی اس عالمی اقتصادی بحران کا موجب یہودیوں کو کہہ رہے ہیں حتیٰ کہ اب اسرائیل کے اس گھناؤنے کردار کا اعتراف خود اسرائیلی دانشور بھی کر رہے ہیں۔ اسرائیل ویسے اقوام عالم کے لئے سازشیں تیار کرتا ہے لیکن اس کی عیاریوں اور مکاریوں، سازشوں اور تخریبی پالیسیوں کا اولین نشانہ عالم اسلام اور عرب ممالک ہیں۔ ایک وہ وقت تھا جب اسرائیل کو پورے عالم عرب اور عالم اسلام میں پوچھنے والا کوئی نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی من مانی کرتا رہا کیونکہ اس کے پیچھے وقت حاضر کی عالمی طاقتیں تھیں جو اس کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہی تھیں۔ پھر عالم اسلام میں بے چینی کی لہر پیدا ہوئی اور حماس کی شکل میں اسرائیل کے مذموم عزائم کی راہ میں مزاحمت ہونا شروع ہوئی۔ جس کو شروع میں اسرائیل نے معمولی نوعیت کی سمجھ کر نظر انداز کیا جب لبنان وار میں اسرائیل کو حزب اللہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو امریکہ اور مغرب کو تشویش لاحق ہوگئی جس کے بعد فلسطین میں حماس نے اسرائیل کے خلاف مسلح جدوجہد کا اعلان کردیا اور اسرائیل کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل اور اس کے حواریوں کو یہ بات سمجھ آگئی کہ طاقت کے زور پر مسلمانوں کو دبایا نہیں جاسکتا اور جب تک فلسطین میں حماس موجود ہے اسرائیل کا عظیم تر اسرائیل کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے اسرائیل کی انتظامیہ اور امریکہ فلسطینی اور عالم عرب کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے ہیں جس کا عندیہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسرائیل نے فلسطین میں قیام امن کے نام پر مغربی کنارے اور غزہ پٹی کو امریکی فوج کے سپرد کرنے کا مذموم منصوبہ بنایا ہے۔

مڈل ایسٹ اسٹڈی سنٹر کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی وزیر داخلہ ایلی یچائی جن کا تعلق اسرائیل کی شدت پسند اور بنیاد پرست جماعت ''شاس'' سے ہے، کا کہنا ہے کہ اسرائیل کے مغربی کنارے اور غزہ پٹی کو پانچ سال کے لئے امریکی فوج کے حوالے کردیا جائے۔ امریکی انتظامیہ اور فوج حماس، جہاد اسلامی اور دیگر مزاحمتی جماعتوں کو کچل کر ختم کردے اور اس دوران اعتدال پسند اور امن پسند فلسطینیوں یعنی الفتح پر مشتمل سیکورٹی فورس کا قیام سماجی بہبود کے اداروں کی تشکیل اور عسکریت پسندی کے خاتمے کے لئے منظم منصوبہ بندی کی جائے جب یہ ضمانت حاصل ہوجائے کہ اب اسرائیل کے خلاف نفرت ختم ہوچکی ہے تو اس کے بعد غزہ اور مغربی کنارے کو ملا کر ایک حکومت قائم کی جائے جس کا انتظام فلسطینی اعتدال اور امن پسند شہریوں کے سپرد کردیا جائے۔ اسرائیلی وزیر کے مجوزہ منصوبے میں فلسطینی ریاست نام کے الفاظ شامل نہیں ہیں۔ دوسری طرف ہیومن رائٹس واچ نے امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن کے نام اپنے خط میں کہا ہے کہ وہ غزہ کی پٹی کے محاصرے کے ذریعے عام شہری آبادی کو سزا دینے کے خلاف اسرائیل کی بھرپور مذمت کریں۔

ہیومن رائٹس واچ نے نشاندہی کی ہے کہ غزہ کی پٹی کی ناکہ بندی کی وجہ سے اسکولوں اور گھروں کی تعمیر نو میں شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔ اسرائیلی وزیر داخلہ کا یہ بیان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسرائیل کی انتہا پسند انتظامیہ اب شکست سے دوچار ہوچکی ہے جس کی وجہ سے اب ان کو امریکہ کی درپردہ نہیں بلکہ براہ راست مدد کی ضرورت ہے۔ اب اسرائیل امریکہ کے لئے مشرق وسطیٰ میں براہ راست دخل اندازی کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ امریکہ نے ہمیشہ اسرائیل کے مفادات کا تحفظ کیا ہے۔ لیکن عالمی منظر پر کھل کر سامنے نہیں آیا۔ مگر اب وزیر داخلہ کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل فلسطین کی جہادی تنظیموں کو کچلنے میں ناکام ہوچکا ہے۔ جس کا وہ برملا اظہار بھی کرچکا ہے۔ مگر اب دیکھنا ہے کہ امریکہ، افغانستان، عراق میں مار کھانے کے بعد اب مشرق وسطیٰ کا رخ کرتا ہے یا نہیں؟ عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق امریکہ اب یہ رسک نہیں لے گا۔ مگر ہوسکتا ہے کہ امریکہ میں موجود صہیونی لابی امریکہ کو مجبور کردے تاکہ اسرائیل اپنی سازشی کارروائیاں جاری رکھ سکے۔ ایسے نازک وقت میں اسرائیل کی تخریبی پالیسیوں سے واقفیت حاصل کرنا اور عالم انسانی کو اس سے آگاہ کرانا وقت کا تقاضا ہے۔ بالخصوص عالم عرب کے لئے جو اسرائیل کا اولین نشانہ ہے ضروری ہے کہ وہ اسرائیل کی تخریبی کارروائیوں اور پالیسیوں کا جائزہ لیتا رہے۔

گزشتہ چندروز قبل مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں کانفرنس ہوئی جس میں اسرائیل کے مذموم عزائم کا تفصیلی جائزہ لیا گیا کہ اسرائیل نے عالمی طاقتوں کے آگے اسرائیل کو دو مستقل ریاستوں میں تبدیل کرنے کا بھی منصوبہ پیش کیا ہے، لیکن اسرائیل ایسی فلسطینی مملکت کو وجود میں لانا چاہتا ہے جو اپنے داخلی معاملات میں تو خود مختار ہو لیکن فوج اور امن کے مسائل پر اسرائیل پر انحصار کرے جس کو حماس نے رد کردیا ہے اور اسرائیل کا الفتح کو مضبوط کرنا اسی مذموم منصوبے کی کڑی ہے، جس میں اردن کے ساتھ اتحاد کرکے اپنی من پسند کی حکومت کا قیام عمل میں لانا بھی شامل ہے۔

معروف اسکالر ڈاکٹر مدحت ایوب کے مطابق اسرائیلی منصوبے کا اہم حصہ یہ ہے کہ آئندہ کچھ عرصے میں اسرائیل عرب ممالک کے ساتھ معاہدات کے ذریعے خود کو تسلیم کروالے گا اور عرب ممالک ایک ایک کرکے اسرائیل کو تسلیم کرلیں گے اور اسی طرح فلسطینیوں کو آزاد مملکت کے قیام کے بغیر یوں ہی سرگرداں رہنے دیا جائے گا۔ اس کی بھی توقع ہے کہ اسرائیل آئندہ عرب ممالک کے ساتھ کچھ ایسے منصوبوں کا آغاز کرے گا جس میں اسرائیل کی قیادت ہوگی اور عربوں کی زمین اور مزدور ہوں گے۔ یہ پروجیکٹ عرب ممالک سے مربوط گزرگاہوں میں شروع کئے جائیں گے تاکہ اسرائیل زیادہ سے زیادہ عرب ممالک کو قریب کیا جاسکے۔

ڈاکٹر مدحت ایوب کے مطابق ۲۰۲۰ء کے آنے تک دنیا بھر میں اسرائیل مرکز ثقل کی سی حیثیت اختیار کرسکتا ہے۔ حال ہی میں مراکش کے اشتراک سے عرب افریقین تحقیقات سنٹر نے ایک کانفرنس ایک منعقد کی تھی کہ ۲۰۲۰ء تک عالم عرب کے حوالے سے اسرائیل کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ اس اہم سوال پر عرب ممالک کے سیاسی ماہرین اور دانشور حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس کانفرنس میں اسرائیل کی جانب سے اس ہمہ گیر حکمت عملی کا بھی جائزہ لیا گیا جسے اسرائیل نے ایک جامع منصوبے کے طور پر ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر لایا تھا۔

عالم عرب کے متعلق اسرائیلی منصوبے کو اسرائیل کے ۲۵۰ ماہرین اور تیرہ اسرائیلی وزیروں نے مل کر ساٹھ سال کے عرصے میں تیار کیا تھا۔ کانفرنس کی افتتاحی نشست میں عرب کے معروف اخبار ''شرق الاوسط'' کے ڈائریکٹر ''ڈاکٹر سمیر خطاس'' نے عالم عرب کے تعلق سے اسرائیلی منصوبے کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کے اس منصوبے کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیل ایک ایسی ترقی یافتہ سلطنت کی شکل اختیار کرے جس میں پوری دنیا میں مقیم یہودیوں کے لئے کشش ہو اور وہ اس قدر ترقی یافتہ مملکت بن جائے کہ اسے ترقی یافتہ ریاستوں پر ملکہ حاصل ہوجائے۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ اسرائیل اپنے منصوبے میں علمی وسائنسی منصوبہ بندی کو اولین اہمیت دیتا ہے کیونکہ اسرائیل سمجھتا ہے کہ علم وسائنس کی ترقی ہی اس کے روشن مستقبل کی ضامن ہے۔ دیگر تمام ملکوں کی طرح اسرائیل نے بھی بہت پہلے سے ان منصوبوں پر کام کرنا شروع کردیا تھا۔ اسرائیل نے ایک ایسا منصوبہ تیار کیا تھا جو ۱۹۹۰ء سے ۲۰۲۰ء کے عرصے تک اسرائیل کو دنیا کی ترقی یافتہ ترین ریاست بنانا تھا جس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۹۱ء کے اوائل میں ہی ہوگیا تھا اور یہی وہ منصوبہ ہے جس کا نام ۲۰۲۰ء کا اسرائیل رکھا گیا تھا۔ کانفرنس میں سیاسی تجزیہ نگار احمد بہاء الدین شعبان نے اسرائیل کی سائنسی ترقی اور سلامتی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ انھوں نے ۲۰۲۰ء کی اسرائیلی حکمت عملی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کو اپنے عرب دشمنوں پر سلامتی کے حوالے سے اس وقت تک برتری حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اسرائیل سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں برتری حاصل نہ کرلے، بالخصوص فوجی برتری اسرائیل کے لئے ناگزیر ہے۔ صہیونیت اپنے قیام کے روز اول سے اس حقیقت سے واقف ہے۔ اسرائیل شروع دن سے ہی تعلیم، ٹیکنالوجی اور طاقت پر زور دے رہا ہے۔ حتیٰ کہ صہیونی قائدین فلسطین پر ناجائز قبضے سے قبل اسرائیل کی ہمہ جہت ترقی کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ سامراجی اور استعماری طاقتوں کی طرف سے ان کو ہر طرح کی سہولیات بھی دی جارہی ہیں اور استعماری طاقتوں کی طرف سے ہر طرح کی سہولیات اس شرط پر فراہم کی گئی ہیں کہ اسرائیل عالم اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازشوں کو عملی جامہ پہنائے گا۔ انھوں نے مزید کہا کہ اسرائیل کی ۲۰۲۰ء کی حکمت عملی کا انحصار سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی پر ہے۔

۲۰۰۶ء میں اسرائیل کے ساتھ جنگ میں لبنان کی اسلامی مزاحمت نے جس طرح کا مظاہرہ کیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عربوں میں اسرائیل سے ٹکر لینے کا دم خم موجود ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہ کریں۔ عالم اسلام کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں سست رفتاری کا سامنا ہے۔ جس کی تلافی کی ضرورت ہے۔ عالم اسلام کے سائنسی اور تحقیقی اداروں میں تازگی اور قوت نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت کی طرف سے دی گئی نعمتیں ہونے کے باوجود عالم اسلام دنیا پر غالب نہیں۔ اس کی وجہ ٹیکنالوجی میں ترقی نہ ہونا ہے۔ اسرائیل کسی بھی عالم اسلام کے لئے نرم گوشہ نہیں رکھ سکتا۔ اسرائیل کے نئے وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کی اسلام دشمنی سے کون نہیں واقف۔ اس کا اسرائیل کی وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھانا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسرائیل کا عظیم تر اسرائیل بنانے کا منصوبہ آخری مراحل میں ہے۔ اس منصوبے کو اسلامی مزاحمتی طاقتوں نے خاک میں ملادیا ہے جس کی وجہ سے فلسطینی معاملے میں امریکہ کو براہ راست دھکیلا جارہا ہے۔

اسرائیلی بنیاد پرست وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ انھوں نے فلسطینیوں سے مذاکرات کے لئے اسرائیل کو بطور یہودی ریاست تسلیم کرنے کی شرط عائد نہیں کی تاہم ان کا خیال ہے کہ اس کے بغیر مذاکرات میں پیش رفت کرنا محال ہے۔ صہیونی وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کے دفتر سے جاری کردہ ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ بنجامن نیتن یاہو نے فلسطین سے مذاکرات کو کبھی اسرائیل کو بطور یہودی ریاست تسلیم کرنے کی شرائط عائد نہیں کیں تاہم اسرائیل کو ایک یہودی ریاست کے طور پر امن مذاکرات کا کامیاب ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

گزشتہ چنددن پہلے اسرائیلی وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو نے امریکی صدر کے خصوصی ایلچی جارج مچل کے دورۂ مشرق وسطیٰ کے موقع پر بھی کہا تھا کہ ان کا ملک فلسطینیوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ وہ تل ابیب کی یہودی حیثیت کو تسلیم کریں۔ فلسطینی اتھارٹی نے ماضی میں بھی ایسے اسرائیلی مطالبات کو مسترد کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ ۱۹۶۷ء کی مشرق وسطیٰ کی جنگ سے پہلے کی سرحدوں میں قائم ہونے والی اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسرائیل کی یہودی حیثیت تسلیم کرنے کے فلسطینیوں کے حق پر انتہائی مضر اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسرائیل اور فلسطینیوں نے ۲۰۰۷ء کو امریکہ میں ہونے والی ایک کانفرنس کے موقع پر امن مذاکرات کا دوبارہ آغاز کیا تھا۔ غزہ کی جنگ کی وجہ سے اس مذاکراتی عمل میں خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوسکی تھی اور اسرائیل میں بنجامن نیتن یاہو کی وزارت عظمیٰ کے لئے تقرری کے بعد امن عمل کا مستقبل خطرے میں پڑتا دکھائی دے رہا ہے کیونکہ فلسطینیوں کے لئے آزاد ریاست کے اصول کی حمایت نہیں کرتے جبکہ اسرائیل نے فلسطینیوں سے ۲۰۰۳ء میں مشرق وسطیٰ کے قیام امن کے بین الاقوامی روڈ میپ میں آزاد فلسطینی ریاست کے حق کو تسلیم کیا تھا، امریکہ اب اس کوشش میں ہے کہ فلسطین کے ساتھ ساتھ عالم اسلام اب اسرائیل کو بھی بطور ریاست تسلیم کرے۔ اسرائیل کے نئے وزیر خارجہ لیبرمین نے کہا کہ فلسطینیوں کے ساتھ امن بات چیت اس وقت تک آگے بڑھانا مشکل ہے جب تک حماس کے عسکریت پسند غزہ کی پٹی پر قابض ہیں۔

انھوں نے کہا کہ فلسطینیوں کو سب سے پہلے دہشت گردی کا ہر طرح کا خاتمہ کرنا ہوگا اور غزہ کا کنٹرول حماس سے حاصل کرنا ہوگا۔ ایک اسرائیلی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ حماس کا جب تک کنٹرول ہے اس وقت تک امن مذاکرات نہیں ہوسکتے۔ لیبرمین کے ان ریمارکس نے فلسطینیوں کو برہم کردیا ہے اور عالم اسلام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے جبکہ لیبرمین نے بطور وزیر خارجہ اپنے پہلے بیان میں کہا تھا کہ ۲۰۰۷ء میں امن مذاکرات پر بات چیت اسرائیل کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس بیان کے جواب میں فلسطینی صدر محمود عباس نے کہا کہ وہ فلسطین کو ایک یہودی ریاست تسلیم نہیں کریں گے۔ مغربی کنارے کے شہر رام اللہ میں تقریب سے خطاب کرتے ہوئے محمود عباس کا کہنا تھا کہ فلسطینی عوام نے نومبر ۲۰۰۷ء میں ''اینا پولس'' کانفرنس میں طویل بحث مباحثے کے بعد یہودی ریاست کو مسترد کردیا تھا۔

انھوں نے کہا کہ بنجامن نیتن یاہو کا یہ مطالبہ نہیں مانا جاسکتا کہ فلسطینی عوام اسرائیل کو یہودی ریاست کے طور پر تسلیم کرلیں۔ محمود عباس کے اس بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالم عرب اب اسرائیل کے مسئلے پر سنجیدگی کے ساتھ سوچ رہا ہے۔ ان کو یہ اندازہ ہوگیا ہے کہ اسرائیل کے مستحکم ہونے سے عالم اسلام بالخصوص عرب ممالک کو کیا کیا تحفظات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ دوسری طرف امریکہ پوری دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنے کی بات کرتا ہے اور اسرائیل جو کہ جوہری ہتھیار پیدا کرنے والا ملک ہے اس پر تنقید نہیں کرتا اور ''این پی ٹی'' پر دستخط کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

پچھلے دنوں اسرائیلی حکومت نے ''این پی ٹی'' پر دستخط کرنے سے انکار کرتے ہوئے امریکہ کے مطالبات کو مسترد کردیا جس پر امریکہ کو کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ ساری کی ساری تشویش ایران پر ہی کیوں؟ عالم عرب کو متحد ہوکر اسرائیل کے مذموم ایجنڈوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک جامع پالیسی تشکیل دینی چاہئے ورنہ وہ دن دور نہیں جب مشرق کے تیل کے ذخائر پر یہودی قابض ہوں گے اور یہودی اسلام دشمنی کا کھل کر مظاہرہ کریں گے۔

●●

ایک جائزہ

توقعات اور اندیشوں کے ہجوم میں

ڈاکٹر سید عبدالباری

تازہ انتخابات میں ملک کے عوام نے قطعی طور پر اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ اس ملک کے عوام کو بانٹنے اور تشدد و فاشزم میں یقین رکھنے والی قوتوں کو وہ اب اور آگے بڑھنے نہیں دیں گے اور ملک کے دستور اور سیکولرزم کی پالیسی سے سچے دل سے وابستگی رکھنے والوں کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور دینا پسند کریں گے۔ اس انتخابات میں مسلمانوں نے علاقائی سیاسی پارٹیوں کو جو انہیں ماضی کے رہنماؤں کی طرح بیوقوف بناتے اور ان کی فلاح وبہبود کے لئے کوئی ٹھوس اقدام کرنے سے دامن بچاتی رہی ہیں نظر انداز کیا اور بڑی حد تک یکسو ہوکر کانگریس کو ووٹ دیا۔ انھوں نے ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی نئی سیاسی تنظیموں کو بھی بڑی حد تک نظر انداز کیا اس لئے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ یہ خود تو کامیاب ہونے سے رہے البتہ فاشسٹ قوتوں کو ضرور کامیاب بنانے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ صرف کیرالہ، حیدرآباد اور آسام میں مسلمانوں کی تنظیموں نے ضرور پارلیمنٹ میں اپنی موجودگی درج کرائی لیکن پورے ملک میں مسلمانوں نے ایک بار پھر کانگریس کو اپنے سیکولر کردار پر لوٹنے اور نرسمہاراؤ کے عہد کی سیاہیوں سے دامن کو پاک کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس بار خوش قسمتی سے مسز گاندھی کے خاندان نے کانگریس کی باگ ڈور عملاً اپنے ہاتھ میں لے لی اور عوام کو ان کی باتیں تصنع اور عیاری سے پاک محسوس ہوئیں۔

مگر اقتدار میں غیر متوقع طور پر شاندار فتح کے بعد کانگریس ایک بہت بڑی آزمائش میں ڈال دی گئی ہے۔ خود جس شخص کو اس جماعت نے وزارت عظمیٰ کا منصب دوبارہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس کے بارے میں مجموعی رائے یہ ہے کہ وہ قوت فیصلہ سے محروم ہے اور ہر ملکی وغیر ملکی معاملے میں امریکی ہدایت و رہنمائی کا طالب ہوتا ہے اور عرب و افریقہ کے ممالک سے زیادہ اسرائیل پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ سرمایہ دار و کارپوریٹ ہاؤسز کے مفاد کو ملک کے غریب عوام کے مفادات پر ترجیح دیتا ہے۔ لیکن اس بار شاید مسٹر منموہن سنگھ کو اپنی یہ روش بدلنی پڑے اس لئے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان وسط ایشیا و افریقہ میں امریکہ کی جارحانہ پالیسیوں سے سخت بیزار ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان جیسا خود دار اور عظیم ملک پاکستان کے کرپٹ سیاستدانوں کی روش اختیار کرے جس کا بدنام زمانہ صدر طویل مدت سے وہائٹ ہاؤس میں بیٹھا ہوا امریکیوں کو وادیٔ سوات اور سرحدی قبائل کے علاقوں پر بمباری کی ترغیب دے رہا ہے اور خود اپنی امریکی امداد پر پلنے والی فوج کو اپنے ہی عوام سے برسر جنگ ہونے کا حکم صادر کر رہا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ مسٹر منموہن سنگھ دوبارہ مسلمانوں کے کثیر ووٹوں سے برسر اقتدار آنے کے بعد ایشیا کے مظلوم مسلمانوں پر دہشت گردی کا بہانہ بناکر مسلسل جنگ مسلط کرنے کی امریکی پالیسی کی حمایت کریں گے یا فلسطینیوں پر مسلسل ظلم کے پہاڑ توڑنے والے اسرائیل سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے رہیں گے۔ مسلمانوں کو یقین ہے کہ مسز گاندھی اور ان کے باہمت اور صاف دل صاحبزادے راہ گاندھی کو اپنے ملک کے انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کی فلاح وبہبود سے زیادہ غیر ملکی قوتوں کی خوشنودی کی فکر نہیں ہوگی۔

کانگریس کی اس انتخابات میں واضح وقطعی فتح کے بعد ہمیں یقین ہے کہ وہ ملک کے اندر پرورش پانے والی اقلیت دشمن قوتوں کی سازشوں کے اڈے ختم کرنے اور جو لوگ مسلمانوں کے قتل عام میں ملوث رہے ہیں ان کو پوری ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنی بداعمالیوں کی سزا دلانے کی کوشش کرے گی۔ اس سلسلے میں سری کرشنا رپورٹ پر عملدرآمد اور گجرات کے فسادات میں ملوث لوگوں کو قانون کے شکنجے میں جکڑنے کا اقدام اولیت کا حامل ہے۔ اسی طرح سچر کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں مسلمانوں کو ملازمتوں اور خاص طور پر پولیس اور فوج میں اپنی آبادی کے تناسب سے ملازمتیں دینے کا اقدام بھی اولیت کا حامل ہے تاکہ ملک کی سیکورٹی فورسیز کو ہندو سینا بن کر گزشتہ دنوں نہایت منفی کردار ادا کرنے کے جو متعدد واقعات سامنے آچکے ہیں اس کی کچھ تلافی ہوسکے۔

کاش کانگریس کے پارلیمانی گروپ میں کچھ دلیر لوگ ہوتے لیکن موجودہ ممبران میں بھی صاف گو اور انصاف پسند لوگوں کی ایک تعداد موجود ہے۔ اس لئے امید ہے کہ اس کی موجودہ قیادت مسلمانوں کے پرخلوص انتخابی فیصلے اور کانگریس کی حمایت کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے ان کے مدت دراز سے چلے آرہے زخموں کے اندمال کی کوشش کرے گی۔ البتہ سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ وہ میڈیا جو اب تک نہرو خاندان کا مذاق اڑا رہا تھا اور لال کرشن آڈوانی کی حمایت میں ڈٹا ہوا تھا اب راہل گاندھی وغیرہ کی اس طرح تعریفیں کر رہا ہے گویا اب اس ملک کے مقدر کے واحد معمار یہی ہیں۔ ممتاز مفکر بہادر یار جنگ نے ایک بار یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس ملک کی اکثریت اگر کسی کے اندر کچھ بہتر خوبیاں دیکھتی ہے تو اسے دیوتا بنا کر دم لیتی ہے۔ مسز گاندھی اور ان کے خاندان کی غیر معمولی توصیف سے یہ اندیشہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی اندرا گاندھی وران کے صاحبزادے سنجے گاندھی کی طرح ایمرجنسی کے عہد کی ڈکٹیٹرشپ کی راہ پر نہ چل پڑیں۔ مزید یہ بھی تشویشناک بات ہے کہ کانگریس کی صفوں میں کوئی اور قدآور اور بے لوث مسلم رہنما موجود نہیں اور جو لوگ مسز گاندھی سے قریب ہیں جو دور تک دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ پھر بھی عوام کے رجحان اور رخ کا کانگریس کو اچھی طرح اندازہ ہوچکا ہے اور امید ہے کہ وہ راستے کے کانٹوں سے دامن بچا کر آگے بڑھ سکے گی۔

●●

داعئ حق کی تربیت کا معیار

محمد احسن عالم، اررِیا (بہار)

ایک داعی حق درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف ہی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ اس کا خالق، مالک، آقا اور پروردگار ایک ہے، اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی بندگی اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے“۔ (قرآن کریم)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کی دعوت دینے والا دنیا والوں میں سب سے زیادہ محترم، معزز اور مقدس گروہ انبیاء علیہم السلام کا گروہ تھا جس کے افراد اپنے اپنے دور اور اپنی اپنی قوموں میں مسلسل اور پیہم آتے رہے اور ایک ہی بات کی طرف سارے انسانوں کو بار بار دعوت دیتے رہے۔

”اے برادرانِ قوم! اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے“۔ (قرآن کریم)

اس طرح انبیاء علیہم السلام، جو نوع انسانی کے سب سے معزز، معتبر، محترم اور مقدس افراد تھے۔ اُن کی دعوت کا مرکزی نقطہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلاتا رہا ہے اور یہی دعوت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صالحین، تابعین، تبع تابعین اپنے اپنے وقت میں دیتے رہے ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسانیت کی ہدایت، رہنمائی اور بھلائی کے لئے سب سے مقدم کام یہی ہے۔ سائنسی دریافت، انسانی سہولتوں میں اضافے کے کام وغیرہ سب دوسرے درجے کے ہیں۔ لیکن جس طرح ہر کام کے لئے خاص صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح داعی حق کے لئے بھی مخصوص صلاحیت اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی تربیت تو اللہ تعالیٰ براہ راست خود کرتا رہا ہے۔ کبھی انفس و آفاق میں آیات الٰہی دکھا کر، کبھی فرعون کے محل میں پال کر اور پھر بکریاں چرواکر، کبھی کنویں اور جیل کے راستے سے تخت شاہی تک پہنچاکر، لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ایک مخصوص طرز کی تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ تربیت علمی اور عملی ہے اس کے بغیر دعوت دین کا کام احسن طریقے سے سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔

داعی حق کی علمی تربیت

کوئی شخص جب تک یہی نہ جانتا ہو کہ حق کیا ہے، اس کا معیار کیا ہے، اس کی شناخت اور اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کے خدوخال اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے؟ وہ کس چیز سے منع کرتا ہے اور کون سا کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس وقت تک نہ خود یہ یقین کرنا ممکن ہے کہ وہ حق پر ہے اور نہ دوسروں کو باور کرانا ممکن ہے کہ وہ حق ہی پیش کر رہا ہے۔ اس لئے دعوت دین کے لئے حق جوئی حق شناس، حق آگاہی اور حق پرست، ساری صفات ضروری ہیں۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات لازمی کرنے ہوں گے۔

(۱) احساس وشعور کی بیداری:

ایک داعی حق کو یہ احساس وشعور ہونا ضروری ہے کہ وہ جس دین کی دعوت دے رہا ہے اس کی اپنی زندگی بھی اس سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں۔ جہاں جہاں بھی وہ اپنا بے لاگ جائزے لے کر کوتاہی محسوس کرے اسے دور کرنا چاہئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی بہن فاطمہؓ سے مار پیٹ کا واقعہ ان کے اندر احساس و شعور کی کروٹ کا واقعہ تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی کمزور بہن کبھی ان کی کسی بات کو نہیں ٹالتی مگر ایک خالص دینی معاملے میں ان کے سامنے ڈٹ گئی اور یہاں تک کہہ گزری کہ: ”عمرؓ جو چاہے کرلو، لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکالا جاسکتا“۔ ان کی بہن کا یہ پرعزم جملہ اور ناقابل شکست رویہ ان کے اندر احساسِ خیر کی بیداری کا باعث بن گیا۔ اپنوں نے محسوس کیا کہ کوئی خاص چیز ہے جس نے ان کی بہن کو اتنا قوی بنادیا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے بھی بے نیاز ہے۔ یہی جرأت آمیز بات ان کے اندر قبول حق کے لئے چنگاری کا کام کرگئی اور وہ ایمان لے آئے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنے پانچ نکاتی جائزے کا اہتمام کرے کہ وہ اپنی عمر کس کام میں صرف کر رہا ہے، اپنا علم کس مقصد کے لئے کام میں لا رہا ہے، اس کی آمدنی کہاں کہاں سے ہورہی ہے اور اسے کس راستے میں خرچ کر رہا ہے۔ اس کی جسمانی وذہنی توانائیاں کس کس جگہ کام آرہی ہیں اور یہ کہ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا حصہ کتنا ہے؟ تو یہ جائزہ ہی اس کے اندر اخلاص نیت، خشیت الٰہی اور دین کے لئے کام کا عزم پیدا کردے گا۔

(۲) نیت کی درستگی:

ایک داعی میں یکسوئی کے ساتھ یہ جذبہ بھی شدید ہونا چاہئے کہ وہ یہ کام دنیاوی نام ونمود یا شہرت کے حصول کے لئے نہیں کر رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اور رضا کے لئے کر رہا ہے۔ اس کے اندر یہ جذبہ بھی ہونا چاہئے کہ وہ دین کی دعوت تمام بے خبر اور گمراہ بندوں تک پہنچائے گا۔ اپنی بہترین صلاحیتیں اور قوتیں، بہترین انداز میں لگائے گا۔ اس راستے میں آنے والی مشکلات سے ہرگز پہلو نہیں گھبرائے گا۔ اس لئے کہ مشکلات تو حق کے راستے کا زادِ راہ ہیں۔ مصائب اس کا توشہ اور مخالفتیں اس راستے کا دستور ہیں۔

(۳) علم حق وصداقت کا حصول:

علم حق وصداقت دین اسلام ہے اور اس کے حصول کے دو سرچشمے ہیں: قرآن حکیم اور سنت رسولؐ۔ انسانوں کے مالک، خالق کائنات کی مرضی قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے اور اس مرضی کو پورا کرنے کا طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے سمجھ میں آتا ہے۔ خالق کائنات ہم سے کیا چاہتا ہے اور کس طرح چاہتا ہے یہ بات ہمیں قرآن پاک اور رسول پاک ﷺ کی تعلیمات کو جانے، پڑھے اور سمجھے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے قرآن وحدیث سے تعلق جوڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

(۴) مطالعہ سیرت صحابہ وصالحین:

اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونے کو انسان جس بہترین انسانی سانچے میں ڈھلا ہوا دیکھ سکتا ہے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے کردار ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ جنھوں نے اپنی زندگیاں دعوت دین اور اشاعتِ حق کے لئے صرف کیں۔ جو صداقت کے پیکر، ہدایت یافتہ اور نیکی کے علمبردار تھے۔ جن کے کردار سے معروف نمایاں ہوتا اور منکر دبتا ہے۔ جن کے عمل سے ہمیں بھلائی کے راستے پر چلنے کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔ ان کی اللہ سے محبت، خشیت الٰہی، معاملات کی خوبی، عبادات کا انہماک، کردار کی بلندی، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاداری اور دین کے لئے قربانی وایثار ہمارے سامنے درخشاں مثالیں قائم ہوتی ہیں، جن کے نقش قدم پر چل کر ہم نقش ہدایت پاتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا اور اپنے لئے مشعل راہ بنانا بے حد ضروری ہے۔

(۵) تعلق باللہ

تعلق باللہ سے مراد یہ ہے کہ اسے یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ جس کا کام کر رہا ہے وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے فرشتے اس کی مدد کر رہے ہیں۔ اس اللہ کی اُسے پشت پناہی حاصل ہے، وہ زندہ وپائندہ، حی وقیوم، قادر مطلق کا کارندہ ہے اور اس سے وابستہ ہے۔ وہ ہستی قدم قدم پر اس کی دستگیری کرتی ہے۔ وہ کھلے اور چھپے اندھیرے واجالے میں اس کی نگرانی، محافظ اور پشت پناہ ہے۔ جس کی قدرت کاملہ سے باہر کوئی پر بھی نہیں ہلا سکتا۔ وہ اس کی زیرلب دعاؤں کو بھی سنتا ہے، وہ دل کے اضطراب کو بھی جانتا ہے۔ وہ ہستی اس کے ساتھ ہے، جس پر ایمان لانا ہر ایمان سے مقدم ہے۔

(۶) محبت رسولؐ

اللہ تعالیٰ کے بعد دوسری ہستی اس کے رسول اقدس واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس نے انسانیت کو جہنم کے گڑھے سے بچاکر بہشت کے راستے پر ڈالا۔ جس نے انسانیت کو تباہی سے ہٹاکر سلامتی کی طرف رہنمائی کی، جو انسانیت کے قافلہ سالار اور رحمت للعالمین ہیں۔ جو قیامت تک قافلہ انسانیت کے مستقل رہنما اور قائد برحق ہیں۔

(۷) فکر آخرت

اللہ اور رسولؐ کی محبت سے ساتھ ہی فکر آخرت بھی مومن کا جزو ایمان ہے۔ آخرت کو ترجیح دینا اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنا داعی حق کا فرض اولین ہے۔ وہ دنیا میں مگن لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ قرآن مقدس بتاتا ہے کہ حقیقت اور کامل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا اس کے مقابلے میں یوں ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں شبنم ہوتی ہے۔

داعی حق کے کردار کا ایک قرآنی خاکہ

ہر مومن بنیادی طور پر تین شخصیتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اولاً وہ مسلم ہوتا ہے کہ زندگی کے سارے ہی معاملات میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا مطیع بن کر رہتا ہے۔ وہ مبلغ ہوتا ہے کہ دینِ حق کو بخیل کی طرح چھپا کر نہیں رکھتا بلکہ ساری انسانیت کے سامنے احسن طریقے سے پیش کرتا ہے۔ وہ سپاہی اور مجاہد ہوتا ہے اور ہر کام مستعدی چستی اور لگن سے کرتا ہے۔ اس لئے اس کا دعوت دین کا عمل ایک مسلسل اور پیہم جہاد اکبر ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے بعد مدینے کی طرف سفر کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا تھا کہ: ”ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان بناکر رکھنا، سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ جہاد ہی مومن کی ساری زندگی کا شعار ہے۔

داعی حق کی عملی تربیت:

داعی صرف الفاظ کے طوطا مینا نہیں بناتا، محض انشا پردازی کے نمونے پیش نہیں کرتا بلکہ وہ انسانی زندگیوں میں خوشگوار اصلاحی انقلاب برپا کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ اس لئے اس کا حقیقی میدان، عمل کا میدان ہے۔ وہ انسانی زندگیوں کی کھیتی میں اپنی اصلاح کے بیج بوتا ہے اور خوشگوار اخلاق وکردار کی فصل اگاتا ہے۔ اس کے ذریعے انسانیت عملی طور پر فلاح کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ وہ کوئی راہب نہیں ہوتا کہ خاموشی سے گوشہ نشینی کا راستہ اختیار کرلے۔ وہ جوگی نہیں ہوتا کہ کسی پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ کر سکون تلاش کرتا رہے۔ وہ کوئی تارک الدنیا فقیر ودرویش نہیں ہوتا کہ جس دنیا میں اس کو اس کے اللہ نے امتحان کی خاطر اتارا ہے۔ اس امتحان گاہ سے خاموشی کے ساتھ ایک کونے میں جاگے بلکہ اسی معاشرے، سماج میں رہ کر انسانیت کو اسلامیت کی دعوت دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تم میں سے ایک ایسی جماعت تو ضرور ہی ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلاتی ہو۔ اچھے کام کا حکم دیتی ہو اور بُرے کام سے روکتی ہو اور فلاح پانے والے یہی لوگ ہیں“۔ (آل عمران) یہ ہدایت ایک داعی حق کو واضح طور پر میدان عمل میں کام کرنے کا حکم دیتی ہے۔ ●●

کیا امریکہ سوڈان کے ساتھ تعلقات بہتر کرنے میں سنجیدہ ہے؟

تحریر: محمد محسن طنون
ترجمہ: مسعود الرحمٰن خان

امریکی صدر بارک حسین اوباما نے سوڈان کے ساتھ معمول کے تعلقات کے لئے ریٹائرڈ جنرل اسکاٹ گریشین کو اپنا ذاتی ایلچی مقرر کیا اور خرطوم کے لئے ان کی روانگی سے پہلے ان سے ملاقات میں سوڈان سے تعاون کے لئے اپنے ذاتی خیالات سے ان کو آگاہ کیا اور کہا کہ تعلقات کی بہتری کی یہ مشکل مہم ہوسکتا ہے کہ طویل وقت لے۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی رجحان کی الانقاذ حکومت کے ساتھ دو عشروں کے الجھے ہوئے مسائل سلجھانے میں کیا نئے ایلچی کامیاب ہوں گے؟ سابق صدر بل کلنٹن کے زمانے میں تو دشمنی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ امریکہ نے انقاذ حکومت کو گرانے کے لئے پڑوسی ممالک کو سوڈان پر حملے کی ترغیب تک دے ڈالی اور خود خرطوم میں شہری نشانوں پر (دوائیوں کے کارخانے کو کیمیائی اسلحہ کا کارخانہ بتاکر) بمباری کی، پھر فرزند بش کے زمانے میں مسلسل کھینچ تان جاری رہی جس میں امریکہ نے کبھی مکروفریب اور کبھی کھلی دشمنی کے تمام حربے استعمال کئے، اس نے یہ تمام اقدامات اسرائیل کے عقائدی ونظریاتی بنیادوں کے مطابق کئے جو تمام عرب۔ اسلامی ممالک کے امن واستحکام کو برباد کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ ان کے امن وامان میں اس کو اپنے زوال کا خطرہ نظر آتا ہے۔ امریکہ واسرائیل کی پریشانی یہ ہے کہ سوڈان کو اس کی ظاہری وباطنی عظیم ثروتوں کی بدولت بڑی، جغرافیائی جیوپولیٹیکل اور اقتصادی اہمیت حاصل ہے، اس لئے ڈیموکریٹ اور ری پبلکن دونوں زمانوں میں سوڈان کے خلاف امریکی حکمت عملی درج ذیل ظالمانہ اقتصادی محاصرہ کی تھی: ☆ ہوائی جہازوں کے اسپیر پارٹس (Spare Parts) اور فضائی سلامتی کے آلات کی درآمد پر پابندی ☆ ریلوے اسپیر پارٹس پر پابندی ☆ نہری نقل وحرکت کے بیڑوں کے اسپیر پارٹس پر پابندی ☆ جنوبی صحرا کے ۲۳ا افریقی ممالک کے لئے تجارتی قرض سے فائدہ اٹھانے کے حق سے محرومی، جس کی رو سے ان ممالک کو اپنی پیداوار کے تبادلے کا حق حاصل ہوتا ہے اور ان کے لئے رعایتی شرائط پر امریکی بازار کھلتے ہیں ☆ ۱۹۸۴ء سے معمول کے سالانہ گیہوں پروٹوکول کا انجماد جو سوڈان میں اسلامی شریعت کے نفاذ اور مشرقی افریقی ممالک میں خشک سالی اور قحط کے ساتھ ساتھ شروع ہوا۔

ان تمام اقدامات کے سبب بڑا نقصان اٹھانے کے باوجود انقاذ حکومت اپنے موقف پر ڈٹی رہی، یہاں تک کہ مغرب، امریکہ اور اسرائیل کے پیدا کردہ دارفور بحران کی بدولت اجتماعی تباہ کاری کے الزام میں صدر عمر حسن البشیر کے خلاف بین الاقوامی ہیگ کورٹ سے نوٹس اس خیال سے دلوایا گیا کہ اس سے سوڈان میں انتشار و ہنگامہ برپا ہوکر انقاذ حکومت کا تختہ پلٹ جائے گا۔ مگر سازشیوں کی توقعات کے برعکس پورے سوڈان میں صدر عمر حسن البشیر کی مقبولیت میں ایسا زبردست اضافہ ہوا کہ آزادی کے بعد سے کسی کو کسی زمانے میں نصیب نہیں ہوا تھا۔

اب ہوسکتا ہے کہ نئے ایلچی کی آمد پرانی غلطیوں کے صدق دلی سے تدارک اور تعلقات کو نئے راستے پر ڈالنے کی کوشش کے لئے ہو، چنانچہ ہر سیاسی عمل کے ابتداء کی طرح طرفین نے اپنے بیانات میں سفارتی زبان کا تبادلہ کیا، اسکاٹ گریشن نے خرطوم میں یہ کہہ کر ابتدا کی کہ ”حکومت سوڈان کے لئے میں دوستی وتعاون کا ہاتھ بڑھاتا ہوں اس لئے کہ میں اور اسی طرح امریکی قوم سوڈان کو بہت پسند کرتے ہیں، ہم معمول کے تعلقات جو متبادل احترام پر قائم ہوں کے لئے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے ساتھ کام میں، میں امانتدار رہوں گا“۔ حکومت سوڈان نے اس ابتداء کا تعریف کے ساتھ استقبال کیا اور کہا: ”سوڈان مغربی ممالک اور امریکہ کے ساتھ گفتگو کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار ہے۔ ہماری خواہش دارفور مسئلہ حل کرنے اور اس مقصد کے لئے سب سے تعاون کی ہے“۔

تبصرہ نگار کے خیال میں نئے امریکی انتظامیہ پر پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ نئے صدر کی زبان سابق صدر کی طرح تیز وتند نہیں ہے، مگر انھوں نے بعض تنظیموں خاص طور سے انقاذ دارفور تنظیم کے ذمہ داروں کی موجودگی میں اپنے ایلچی سے جو ملاقات کی تھی اس میں اجتماعی تباہ کاری وغیرہ باطل الزامات کی باتیں اور دعوے سابق انتظامیہ کے عہدیداروں کی طرح دہرائے تھے اور ان کا ایلچی جو خود ڈیموکریٹ ہے، جب یہ کہتا ہے کہ وہ صرف دیکھنے، سننے اور حالات کا پتہ لگانے آیا ہے: تو ہم اس کی بات کی تصدیق نہیں کرسکتے، اس لئے کہ عام طور سے سوڈان اور خاص طور سے دارفور کے معاملے میں ڈیموکریٹس سب سے زیادہ سرگرم ہیں، اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں اور خود یہ غالی متشدد ایلچی سوڈان میں متشددانہ مداخلت کا داعی تھا۔

سوڈان وامریکہ کے درمیان تعلقات کی بہتری کی راہ میں دو بنیادی رکاوٹیں حائل ہیں: (۱) انٹرنیشنل ہیگ کورٹ کا نوٹس جس کی دلدل میں امریکہ کانوں تک غرق بلکہ پس پردہ اس قرارداد کا موجد ہے، اگرچہ فی الوقت امریکی ایلچی نے اس موضوع پر اظہار خیال نہیں کیا ہے لیکن کیا معلوم کہ اس بارے میں آئندہ امریکہ کیا معرکہ کھڑا کردے؟ (۲) بیرونی امدادی تنظیموں کی سوڈان سے جلاوطنی سے متعلق امریکی انتظامیہ کو ان کی واپسی کا شدید اصرار ہے، جبکہ سوڈانی حکومت اپنے فیصلے پر قائم ہے خواہ وہ تنظیمیں اپنی بدکاریوں کی معذرت ہی کیوں نہ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اب بھی سوڈان کے اقتصادی حصار سے اس کا گلا دبائے ہوئے ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان سفارتی نمائندگی کا درجہ نہ بڑھانے پر مصر ہے اور خرطوم میں اصلی رسمی حکومت کے مقابلے میں جنوب کی علیٰحدگی پسند عوامی تحریک اور جنوب کی حکومت کے ساتھ اس کا معاملہ زیادہ مضبوط وقوی ہے۔

سوڈان کے ساتھ امریکہ کے معاملات کی تاریخ بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔ صدر جعفر النمیری نے امریکہ کے مطالبے پر فلاشا یہودیوں کو اسرائیل جانے کے لئے سوڈانی زمین سے گزرنے کی اجازت دی اور اسلام پسندوں کو حکومت سے ہٹاکر جیل میں ڈالا، لیکن امریکہ نے حسب عادت پلٹ وار کرکے نمیری کو حکومت سے معزول کرنے کی سازش کی، اس لئے کہ انھوں نے ادھوری شریعت نافذ کی تھی۔

انقاذ حکومت کو بھی امریکہ کی وعدہ خلافیوں کا گھاؤ لگا، امریکہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ جنوبی سوڈان میں عیسائیوں کے خلاف جنگ ختم کرکے معاہدہ امن پر دستخط کردے تو اس کے تمام مسائل حل کردیئے جائیں گے، حکومت نے اس کی خواہش کی تکمیل کی تو امریکہ نے فوراً وعدہ خلافی کرکے اس کے لئے دیگر مشکلات کھڑی کردیں، جن میں سے ایک دارفور کا مسئلہ ہے۔ اسی طرح سوڈان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ تعاون کیا، مگر امریکی انتظامیہ نے اس تعاون کے اعتراف اور شاباشی کے باوجود سوڈان کو دہشت گردی کی سرپرستی کرنے والے ممالک کی فہرست سے نہیں ہٹایا اس کے خلاف پابندیاں اب تک جاری ہیں۔

اگر سوڈان کے خلاف امریکہ کے تمام تحفظات جیسے جنوب کی جنگ، ابوجا میں دارفور امن معاہدہ، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سرگرم حصہ، جمہوری تبدیلی اور سیاسی عمل کی آزادی وغیرہ تمام امریکی تحفظات زائل ہوجائیں تب بھی مستقبل کے امریکی وعدے سراب ہی ثابت ہوں گے جن کو پیاسا پانی سمجھتا رہے گا! تو اس سے کس خیر کا انتظار ہے؟

(ہفتہ وار المجتمع، کویت)

تاریخ کا المیہ

محمد آصف ریاض

معروف انگریز مفکر جارج برنارڈ شا نے تاریخ سے متعلق نہایت معنی خیز بات کہی تھی۔ تاریخ کے المیے کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے: ”تاریخ سے ہم نے یہ سیکھا ہے کہ ہم تاریخ سے کچھ بھی نہیں سیکھتے“۔ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ کوئی اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ حالانکہ تاریخ صرف اسی لئے بنتی ہے کہ انسان اس سے سبق حاصل کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان صرف انہی واقعات سے سبق حاصل کرتا ہے جو خود اس کے ساتھ گزرتے ہیں۔ انسان دوسروں کے ساتھ گزرنے والے واقعات سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ چونکہ تاریخ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بنتی ہے اس لئے انسان اس میں اپنے لئے کوئی سبق نہیں پاتا۔ انسان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف اپنے ساتھ گزرنے والے واقعات کو ہی جانتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ گزرنے والے واقعات کو نہیں جانتا۔ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں جو خود اپنے ساتھ گزرنے والے واقعات سے بھی کچھ نہیں سیکھتے۔ تاریخ فراموشی کی سب سے بڑی مثال موت ہے۔

موت کیا ہے؟

موت وہ ’تاریخ‘ ہے جو اس زمین پر ہمیشہ بنتی رہتی ہے۔ موت کی شکل میں ہر روز ہمارے سامنے کوئی نہ کوئی تاریخ بنتی ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی شخص موت کا شکار ہوتا ہے۔ انسان ہر روز کسی نہ کسی کو مرتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن وہ اس سے سبق حاصل نہیں کرتا کیونکہ وہ اسے دوسروں کا معاملہ سمجھتا ہے۔ وہ دوسروں کی موت میں اپنی موت کو نہیں پاتا۔ اس لئے وہ خوف اور نڈر بنا رہتا ہے یہاں تک کہ موت آکر اس کا قصہ تمام کردیتی ہے۔

تاریخ فراموشی کے معاملے میں پڑھے لکھے اور جاہل سب برابر ہیں۔ تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ خود مؤرخ جو تاریخ لکھتا ہے وہ بھی اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ سید عزیز عزیزالرحمٰن ایک معروف مؤرخ ہیں۔ اسلامی اسپین پر ان کی کتاب ”دی اسٹوری آف اسلامک اسپین“ بہت مشہور ہے۔ اسلامی اسپین پر یہ بہت عظیم کتاب ہے۔ جو لوگ بھی اسلامی اسپین کے بارے میں جاننا چاہیں انہیں اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

اس کتاب میں مصنف نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ غرناطہ کے حکمراں ابوالنصر سعد کے بیٹے ابوالحسن علی کا ہے۔ سعد کے دور حکومت میں غرناطہ کمزور ہوگیا تھا۔ سعد عیسائی حکمراں فرڈینڈ کو بارہ ہزار سونے کا دینار بطور خراج دیا کرتا تھا۔ سعد کی موت کے بعد جب اس کا بیٹا ابوالحسن علی غرناطہ کے تخت پر بیٹھا تو عیسائی حکمراں نے اس سے خراج طلب کیا۔ عیسائیوں کے اس مطالبے پر ابوالحسن کو غصہ آگیا۔ اس نے عیسائی وفد سے غیر سفارتی انداز میں کہا کہ ”اپنے آقا سے جاکر کہہ دے کہ جو بادشاہ خراج دیا کرتے تھے وہ اب نہیں رہے۔ اب غرناطہ کے کارخانوں میں سونے کا سکہ نہیں بنتا بلکہ اسٹیل کی تلوار تیار کی جاتی ہے“۔

یہ ایک غیر سفارتی جملہ تھا۔ اس کو سنتے ہی عیسائی دنیا بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مؤرخ نے اس غیر سفارتی بیان کا اظہار خصوصی انداز میں کیا ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ خود مؤرخ نے اپنی کتاب کے اختتام پر اسی طرح کا غیر سفارتی انداز اختیار کیا ہے۔ کتاب کے باب اول کے اختتام پر مؤرخ نے لکھا ہے کہ سیکڑوں برسوں کی خاموشی کے بعد اسپین میں ایک بار پھر اذان کی آواز گونجنے لگی ہے۔ سعودی عرب کی کوششوں سے اسپین میں کئی مسجدیں بنائی گئی ہیں۔ اسپین میں مرحوم شاہ فہد کی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے مؤرخ نے لکھا ہے: ”کئی عرب حکمرانوں نے اسپین کا دورہ کیا ہے۔ سعودی عرب نے اپنے پیٹرو ڈالر کے ساتھ اسپین پر پُرامن ’حملہ‘ کردیا ہے“۔

سعودی عرب نے اسپین پر پیٹرو ڈالر سے ’پرامن‘ حملہ کردیا ہے۔ یہ ایک منفی جملہ ہے۔ ایک مثبت واقعہ کو بتانے کے لئے مؤرخ نے منفی جملہ استعمال کیا ہے۔ گویا مؤرخ نے غرناطہ کے مسلم حکمراں سے بھی بھیانک غلطی کی ہے۔ جملہ بہرحال حملہ ہوتا ہے، چاہے وہ گولی بارود سے کیا جائے یا پٹرول کی دھار سے۔ ایسا لگتا ہے کہ مؤرخ دنیائے عیسائیت کو ہوشیار کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو، عربوں نے تم پر ایک بار پھر حملہ کردیا ہے۔ گرچہ اس بار یہ حملہ دوسرے راستے سے ہوا ہے۔ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا یہاں تک کہ خود کوئی مؤرخ بھی نہیں۔ ●●

بقیہ: جامن

بھنے چنے، بہروزہ، کتھ سفید اعلیٰ درجہ برابر وزن سفوف بنالیں، شربت بزوری بیس گرام اور سفوف دو گرام پانی میں ملاکر صبح و شام استعمال کریں، یہ سوزاک کے جراثیم کا خاتمہ کرکے پیپ مادہ کو ختم کرکے مرض دفع کرتا ہے۔

جگر (شربت فولاد جامن والا):

آب برگ جامن پانچ کلو، برادہ فولاد پچاس گرام کو بھگودیں۔ چوبیس گھنٹے بعد زیرہ سفید پچاس گرام، الائچی خورد بیس گرام شامل کرکے عرق کشید کریں تقریباً چار بوتل۔ شکر سفید تین کلو، ست لیموں دس گرام، ست لوبان تین گرام میں قوام تیار کرلیں۔ خون پیدا کرتا، ریاح خارج کرتا ہے۔ جگر کو تقویت دے کر صالح خون بنانے میں مدد دیتا ہے۔ نقاہت اور کمزوری کو ختم کرتا ہے، یرقان کے بعد کی کمزوری کے لئے مفید ہے۔ چہرے کی زردی کو ختم کرکے سرخی پیدا کرتا ہے۔

رب جامن:

آب جامن ڈھائی لیٹر، شکر آٹھ سو گرام آب مقطر ۲۵ ملی لیٹر، سوڈیم بینزوییٹ ۹ گرام۔

تیاری

تازہ جامن کو پانی سے دھوکر برتن میں اچھی طرح کچلیں، اس کے بعد کپڑے میں چھان لیں۔ رس کو پکائیں، یہاں تک کہ آدھا رہ جائے۔ پھر اس میں شکر ملاکر مزید پکائیں۔ تیاری پر سوڈیم بینزوییٹ آب مقطر میں حل کرکے اس میں شامل کردیں اور محفوظ کرلیں۔

فوائد

معدے اور جگر کو طاقت دیتا اور گرمی کی شدت میں تسکین دیتا ہے۔

سرکہ جامن، تیاری

جامنوں کو کچل کر ان کا پانی نچوڑ کر مٹکے میں ڈال کر منھ بند کرکے دھوپ میں رکھ دیں۔ دو ماہ بعد جب اس میں ترشی پیدا ہوجائے تو چھان لیں۔

فوائد

ضعفِ ہضم کو دور کرتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ غذا کو جلد ہضم ہونے میں مدد دیتا ہے۔ ورم طحال (تلی) کو تحلیل کرتا ہے۔

نوٹ:

جامن کا مصلح کالی مرچ ونمک اور آم کو بھی سمجھا جاتا ہے۔ آم کھاکر جامن کھانے سے جلد ہضم ہوجاتے ہیں اور کسی قسم کی گرانی نہیں ہوتی۔ آم کی طرح یہ بھی مقوی باہ، مقوی معدہ وجگر ہے۔

احتیاط

جامن خالی پیٹ استعمال نہ کریں۔ خلوئے معدے کی حالت میں اس کا استعمال مضر ہے۔ پیٹ میں درد اور بدہضمی پیدا ہوجاتی ہے، لہٰذا احتیاط کے ساتھ نمک لگاکر کم مقدار میں استعمال کریں کیونکہ یہ بعض اوقات قبض پیدا کرتا ہے۔ ●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی۔ وزیراعظم منوہن سنگھ نے ۱۹ وزراء کے ساتھ راشٹرپتی بھون میں عہدے اور رازداری کا حلف لیا۔

● نئی دہلی۔ نوتشکیل شدہ پندرہویں لوک سبھا کا پہلا اجلاس یکم جون کو ہوگا۔ مرکزی کابینہ کے فیصلے کے مطابق یکم اور ۲ جون کو نئے ارکان کو حلف برداری کے بعد ۳ جون کو اسپیکر کا انتخاب ہوگا جبکہ ۴ جون کو صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کریں گی۔

● نئی دہلی۔ مرکزی وزیر پی چدمبرم نے کہا ہے کہ حکومت ۱۰۔۲۰۰۹ء کا عام بجٹ ۳۱ جولائی تک منظور کرانے کے لائق ہوگی۔

● منگلور: منگلور میں سنگھ پریوار سے وابستہ لوگوں نے مختلف مقامات پر دو مسلمانوں پر حملہ کیا۔ پولیس نے دونوں معاملوں میں رپورٹ درج کی ہے۔

● لکھنؤ۔ اترپردیش کی وزیراعلیٰ مایاوتی نے سبھی ممبران اسمبلی، محکموں کے چیف سکریٹریوں اور سکریٹریوں کو ترقیاتی پروگراموں خاص کر غریبوں اور کمزور طبقات سے متعلق پروگراموں کا پورا فائدہ عوام تک وقت سے پہلے پہنچانے کی ہدایت دی ہے۔

● نئی دہلی۔ راشٹرپتی بھون کے ایک بیان کے مطابق منوہن سنگھ کابینہ کے چھ وزراء میں قلمدان تقسیم کیا گیا ہے۔ پرنب مکھرجی کو مالیات، پی چدمبرم کو داخلی امور، اے کے انٹونی کو دفاع، ایس ایم کرشنا کو امور خارجہ، شرد پوار کو زراعت وخوراک اور ممتا بنرجی کو ریلوے کا وزیر بنایا گیا ہے۔

● لکھنؤ۔ پارلیمانی انتخابات میں شکست کے بعد اترپردیش کی وزیراعلیٰ مایاوتی نے تیرہ آئی اے ایس اور ۳۴ آئی پی ایس افسروں کا تبادلہ کردیا۔

● نئی دہلی۔ شہر کی ایک عدالت نے ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات کے کیس میں کانگریس لیڈر جگدیش ٹائٹلر کو کلین چٹ دیتے ہوئے داخل کی گئی سی بی آئی کی کیس بند کرنے کی رپورٹ کے خلاف ایک عرضی پر اپنا فیصلہ ۳ جون تک کیلئے محفوظ رکھا ہے۔

● نئی دہلی۔ نئے وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا نے کہا ہے کہ سری لنکا میں جنگ ختم ہوچکی ہے اور یہ وقت بنیادی مسائل کو حل کرنے اور سری لنکا کے آئین کے دائرے میں اختیارات کی تقسیم کے لئے اقدامات کرنے کا ہے تاکہ وہاں کے عوام عزت ووقار کی زندگی گزار سکیں۔

● نئی دہلی۔ نئے وزیر مالیات پرنب مکھرجی نے کہا ہے کہ معاشی شرح نمو کو پٹری پر لانے کی کوشش کی جائے گی اور ان کی حکومت کی اولین ترجیح معیشت کو عالمی کساد بازاری کے اثرات سے بچانا ہے۔

● نئی دہلی۔ نئی وزیر ریلوے ممتا بنرجی نے کہا ہے کہ وہ ریلوے کے تجارتی پہلوؤں پر بھی توجہ دیں گی اور اسے انسان دوست بنائیں گی۔

● چنڈی گڑھ۔ چیف جسٹس آف انڈیا کے جی بالا کرشنن نے ایک کیس میں سپریم کورٹ کے جج مارکنڈے کاٹجو کے اس تبصرے پر کہ اگر کسی مرد کو خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنی ہے تو اسے اپنی بیوی کا فرمانبردار ہونا چاہئے۔ کہا کہ یہ کسی جج کی ذاتی رائے ہوسکتی ہے، یہ ریمارک سپریم کورٹ کا نہیں ہے۔

● نئی دہلی۔ وزیراعظم منوہن سنگھ نے کہا ہے کہ ابھی تک راہل گاندھی وزارتی کونسل میں شمولیت کے لئے راضی نہیں ہوئے ہیں لیکن میں نے امید نہیں چھوڑی ہے۔

● احمد آباد۔ سپریم کورٹ کے ذریعے ۹ فاسٹ ٹریک عدالتوں میں فسادات سے متعلق معاملات کی سماعت کے حکم کے باوجود ریاستی حکومت ابھی تک سرکاری وکیلوں کا تقرر نہیں کرسکی۔ محکمہ قانون کے سکریٹری ایم اے شاہ کا کہنا ہے کہ محکمہ داخلہ نے ابھی تک وکلاء کے ناموں کی فہرست نہیں دی ہے، اس لئے ان کا تقرر نہیں ہورہا ہے۔

● پٹنہ۔ بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار نے مغربی بنگال میں جلد انتخابات سے متعلق ترنمول کانگریس کی صدر ممتا بنرجی کے مطالبے پر کہا کہ یہ چیز ہندوستان کے دستور کے خلاف ہوگی۔ ہم منتخب حکومت کی برطرفی کے خلاف ہیں اور سپریم کورٹ نے بھی اس کے خلاف فیصلہ سنایا ہے۔

بین الاقوامی

● ایتھنس۔ یونان کے دارالحکومت ایتھنس میں ایک پولیس والے کے ذریعے قرآن مجید کی بے حرمتی سے ناراض ہزاروں مسلمانوں نے پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ کیا۔

● بیروت۔ حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ نے اسرائیل کیلئے جاسوسی کے مرتکب لبنانیوں کو سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

● تہران۔ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے دوسری مدت صدارت کیلئے اپنی انتخابی مہم کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ وہ مغرب کے خلاف اپنا جارحانہ موقف جاری رکھیں گے۔

● لاہور۔ پاکستان کے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا کہ حکومت نے تمام مسائل کو مدنظر رکھ کر اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت سوات آپریشن شروع کیا ہے۔

● واشنگٹن۔ وہائٹ ہاؤس کے ترجمان رابرٹ گبز نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان انٹلی جنس معلومات کے تبادلے کا خیرمقدم کرتے ہوئے توقع ظاہر کی ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کم ہوگی۔

● موغادیشو۔ صومالی دارالحکومت موغادیشو میں سرکاری افواج اور عسکریت پسندوں کے درمیان شدید لڑائی میں کم ازکم ۴۵ افراد ہلاک ہوگئے۔

● کٹھمنڈو۔ نیپال کے دارالحکومت کٹھمنڈو کے نزدیک ایک گرجا گھر کے پاس ایک دھماکے میں دو ہندوستانی ہلاک اور ایک درجن سے زائد زخمی ہوگئے۔

● دمشق۔ شام کے وزیر خارجہ ولید المعلم نے کہا ہے کہ شام اور اسرائیل کے درمیان امن بات چیت اس وقت تک بیکار ہے جب تک صہیونی حکومت گولان پہاڑیوں سے واپسی کا وعدہ پورا نہیں کرتی۔ یہ کوئی شرط نہیں بلکہ امن کے لئے ضروری ہے۔ اسرائیل نے گولان کی پہاڑیوں پر ۱۹۶۷ء میں قبضہ کیا تھا۔ اب وہ کہتا ہے کہ وہ مقبوضہ علاقے واپس تو کرے گا مگر جھیل کا ایک بڑا حصہ اپنے قبضے میں رکھے گا۔

کٹھمنڈو۔ مادھو کمار نیپال کے نئے وزیراعظم منتخب ہوگئے ہیں۔ انہیں ۲۲ پارٹیوں کی حمایت حاصل ہے۔ اس سے قبل وزیراعظم پرچنڈ نے ۴ مئی کو استعفیٰ دے دیا تھا۔

● دبئی۔ متحدہ عرب امارات اپنا پہلا مصنوعی سیارہ یاہ سیٹ آئی اے عنقریب خلا میں روانہ کرے گا جس سے مواصلات کے میدان میں وہ ایک لمبا قدم بڑھا سکے گا اس سے اس کی سرکاری اور تجارتی دونوں ضرورتیں پوری ہوں گی۔

● واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے کیوبا کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کی سمت میں پہل کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مثبت قدم اٹھاتے ہوئے امریکی محکمہ خارجہ نے ایک بار کیوبا کو نقل مکانی کے معاملے پر بات چیت کے لئے مدعو کیا ہے۔

● مقبوضہ بیت المقدس۔ غزہ پٹی میں اسرائیلی فوج کے ساتھ تصادم میں دو فلسطینی شہید ہوگئے۔

● واشنگٹن۔ امریکی محققین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ فلو سے تحفظ کے لئے موجود ٹیکے دنیا کے چالیس ممالک میں پھیل چکے سوائن فلو کے نئے ایچ ون این ون وائرس کے خلاف کامیاب نہیں ہیں۔

● واشنگٹن۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے سری لنکا کے صدر مہندرا راج پکشے سے ملک میں باغیوں کی بیخ کنی کے بعد اب بے وطن تملوں کی بازآبادکاری اور ان کے معاملے کا سیاسی حل تلاش کرنے کا عمل شروع کرنے کی اپیل کی ہے۔

● لندن۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے کہا ہے کہ مسلم اور مغرب کے درمیان پیدا شدہ خلیج کا خاتمہ ضروری ہے۔ اس نے دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

● اقوام متحدہ۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے میانمار کی اپوزیشن لیڈر آنگ سان سوکی سمیت تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا ہے۔

● براسیلیا۔ مشرقی برازیل میں ایک پرائیویٹ طیارہ حادثے کا شکار ہوجانے سے کم ازکم گیارہ افراد مارے گئے۔

● کولمبو۔ حکومت سری لنکا نے کہا ہے کہ جولائی ۲۰۰۶ء سے لے کر اب تک تملوں کے ساتھ لڑائی میں ۶۲۶۱ فوجی ہلاک اور تیس ہزار زخمی ہوچکے ہیں اور پناہ گزینوں کی تعداد تین لاکھ ہے۔

کانگریس کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مسلمانوں کی شکایت دور ہوگئی ہے

این ڈی اے سمیت دوسری سیاسی جماعتوں کو بھی اپنا جائزہ لینا چاہئے، مسلمانوں کو مطالبے کی سیاست پر توانائی صرف کرنے کی بجائے خیرامت بن کر دنیا کے سامنے آنا چاہئے / امیر جماعت اسلامی ہند

س:۔ آپ کے خیال میں حالیہ عام انتخاب میں کانگریس کی کامیابی کی اہم وجہ کیا ہے؟

ج:۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ جس طرح مرکز میں پہلے کانگریس پارٹی مضبوط تھی دوبارہ وہی طاقت حاصل ہوجائے گی۔ اس بار کانگریس کی کارکردگی بہتر ہوئی ہے اس کے کئی اسباب ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کانگریس (یوپی اے) کی مخالفت میں بی جے پی (این ڈی اے) نے جن ایشوز کو چھیڑا تھا ہندوستان کے عوام کے لئے ان میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہندو کلچر کا احیاء مسلمانوں کو ملک کے لئے خطرے کے طور پر پیش کرنا رام مندر کی تعمیر ان سب ایشوز میں عوام کی دلچسپی نہیں ہے۔ لوگوں کا ماننا ہے کہ رام مندر کی تعمیر سے غربت، ناخواندگی اور بدعنوانی کا خاتمہ نہیں ہونے والا ہے۔ دوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ الیکشن مہم کے دوران جو زبان اور انداز اختیار کیا گیا وہ بہرحال ملک کی تہذیب اور کلچر سے مختلف تھا۔ الیکشن کے دوران نریندر مودی کی شخصیت کو نمایاں کرنا بھی عوام کو پسند نہیں آیا۔ تیسری چیز یہ کہ مسلمانوں کو ملک کے لئے خطرہ بنا کر پیش کرنا انہیں ملک میں ہونے والے تمام وہشت گردانہ واقعات کا تنہا ذمے دار قرار دینا جبکہ مالیگاؤں اور ناندیڑ کے واقعات کی تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان واقعات میں کون لوگ ملوث ہیں۔ اب وہ یہ بات دعوے کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمان ان واقعات کے تنہا ذمے دار ہیں۔ کانگریس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے زیراقتدار ریاستوں میں ترقیاتی کام کیا ہے۔ اس کارکردگی کو اس نے اپنا الیکشن ایشو بنایا اور عوام کے درمیان اپنی بات رکھی۔ انتخابی مہم کے دوران فی الجملہ ان کی زبان اور انداز سنجیدہ رہا ہے۔

س:۔ بائیں بازو کی پارٹیاں اس بار کیوں ناکام رہیں؟

ج:۔ جہاں تک بائیں بازو کی پارٹیوں کی ناکامی کا سوال ہے وہ نیوکلیئر ڈیل معاملے کو عوامی تحریک بنانے میں پوری طور پر ناکام رہیں۔ خود کمیونسٹ پارٹی جو مغربی بنگال میں تیس برس سے اقتدار میں ہے اس کی حکومت میں ریاست کی ترقی کس مقام پر ہے ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ملک کی دیگر ریاستوں کے مقابلے وہ کافی پسماندہ ہے۔ غربت وافلاس سے لوگ بدحال ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ درست نہیں، ان سب باتوں کی وجہ سے عوام نے یہ طے کیا کہ کانگریس اور ممتا بنرجی کے اتحاد کی حمایت کی جائے۔ کیرالا میں بھی ان کی حالت صحیح نہیں ہے۔

س:۔ مستقبل میں کیا صورت سامنے آسکتی ہے؟۔

ج:۔ اب یہ بات طے ہے کہ ملک میں امریکی پالیسیوں کا نفاذ تیزی سے ہوگا۔ گزشتہ یوپی اے حکومت میں ملکی معیشت، معاشرت اور ثقافت سمیت دیگر شعبوں میں امریکہ کے اثرات غیرمعمولی طور پر پڑے ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل کے مفادات کے پیش نظر پالیسیاں مرتب ہورہی ہیں۔ حکومت کو یہ خیال ہے کہ ہمیں تنہا رہنے یا کسی کی مخالفت کرنے میں فائدہ نہیں ہے بلکہ کسی بڑی طاقت کا ساتھ لینا چاہئے اسی لئے پہلے روس کے ساتھ تعلقات بنائے گئے اور اب امریکہ کا ساتھ پکڑ لیا۔ حکومت ہند یہ سمجھتی ہے کہ امریکہ کا ساتھ لینے میں ملک میں معاشی ترقی کی راہیں ہموار ہوں گی۔ لیکن اس کے منفی اثرات جو ہمارے معاشرے پر پڑ رہے ہیں تہذیب وثقافت متاثر ہورہی ہے۔ مادیت پرستی میں اضافہ ہورہا ہے۔ بے حیائی بڑھی ہے اسے ہم اور آپ تو محسوس کرتے ہیں لیکن عوام اس کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اسے آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ امریکہ کی قربت کی وجہ سے ملک میں روزگار کے جو مواقع بڑھے ہیں نئی نسل کے لئے باعث پرکشش ہے۔ انہیں اس بات سے کوئی بحث نہیں کہ امریکی پالیسیوں کی وجہ سے روزگار کے ساتھ ملک میں بے حیائی بدعنوانی بڑھی ہے۔ اس لئے امریکہ سے حکومتی سطح پر قربت عوام کیلئے ایسی بری بات نہیں ہے کہ جس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اب حکومت بلا کسی رکاوٹ کے امریکہ اور اسرائیل کے زیراثر رہے گی۔ ہندوستان کا مستقبل اب کچھ اس طرح ہوگا کہ اب کوئی بیرونی طاقت یہاں آکر بہ نفس نفیس قبضہ تو نہیں کرے گی لیکن نظریاتی اور فکری لحاظ سے ملک اس کے زیراثر ہوگا اور اس کا اثر ملک کی معیشت کے ساتھ ساتھ سیاست کو بھی متاثر کرے گا۔

س:۔ ایسی صورت میں آر ایس ایس کو بالخصوص اور بی جے پی کو بالعموم کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

ج:۔ ہم آر ایس ایس اور بی جے پی کو یہ مشورہ دیں گے کہ کوئی سیاست کسی کمیونٹی کے خلاف جذبات بھڑکا کر نہیں کی جاسکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی سیاست اسی بنیاد پر ہے۔ وہ لوگ مسلمانوں کو ملک کے لئے خطرہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسی سیاسی جماعتیں جو پالیسی بنائیں گی تو ظاہر ہے وہ پورے ملک کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ ہم ان سے یہی کہیں گے کہ آپ پورے ملک کے مفاد کے لئے کام کریں، ملک سے جہالت اور غربت کے خاتمے کے لئے کام کریں۔ ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا ہموار کریں۔ جہاں ملک کے ہر باشندے کو عزت اور سکون سے زندگی گزارنے کا موقع ملے اور ہماری ذمے داری ہے کہ ہم اسلام کا نقطۂ نظر ان کے سامنے پیش کریں، کیونکہ انھوں نے اب تک اسلام کو حریف کے طور پر ہی دیکھا ہے۔

س:۔ مسلمانوں کو علیٰحدہ گروپ کے طور پر انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے خاص طور پر حالیہ انتخاب کے تناظر میں؟

ج:۔ پندرہویں لوک سبھا کے انتخاب میں خصوصاً اترپردیش میں کچھ مسلم سیاسی گروپوں نے حصہ لیا اور انہیں ناکامی ہاتھ لگی۔ ان کے ساتھ یہی ہونا تھا کیونکہ یہ جذبات میں لیا گیا فیصلہ تھا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کوئی ایسا ایشو جس میں آپ پر زیادتی ہوئی ہے تو آپ سے کچھ لوگوں کو ہمدردی ہونا فطری بات ہے، لیکن اس کو یہ سمجھ لینا کہ یہ ہمدردی ووٹ میں تبدیل ہوگی بڑی بھول ہوگی۔ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ مسلمان بھرپور طریقے سے اس فیصلے کا ساتھ دیں گے جو کہ ممکن نہیں ہے، تب بھی کامیابی حاصل کرنا آسان نہیں ہوگا کیونکہ غیرمسلموں کا ووٹ اس قدر آپ کو نہیں حاصل ہوگا جتنا آپ کو ضرورت ہے۔

س:۔ انتخابی سیاست میں ایسے گروہوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہئے؟

ج:۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے ایشوز پر غیرمسلموں کی حمایت برائے نام ہی حاصل ہوتی ہے۔ الیکشن میں حصہ لیتے وقت یہ خیال رہے کہ صرف مسلمان ہی مخاطب نہ ہوں بلکہ ایسے ایشوز اٹھائے جائیں جو سب کی کشش کا باعث ہوں۔

س:۔ نئی حکومت سے آپ کیا امید رکھتے ہیں؟

ج:۔ اس بار یوپی اے سرکار گزشتہ میقات کے مقابلے کافی مضبوط اور خودمختار ہوگی۔ صحیح معنوں میں کانگریس کی تاریخ تو یہ رہی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو کچھ نہیں دیا۔ لیکن گزشتہ میقات میں یوپی اے نے سچر کمیٹی رپورٹ کے ذریعے یہ تسلیم کیا کہ مسلمان ملک میں پسماندہ ہوگئے ہیں اور کہا کہ ہم ان کی بہتری کے اقدامات کریں گے یہ تسلیم کرنا ان کیلئے ایک سیاسی مجبوری تھی۔ اسی وجہ سے ملک گیر سطح پر مسلمانوں میں کانگریس کے تئیں ہمدردی ہوئی، اس کے ملک گیر سطح پر اثرات ہوئے جو انتخابی نتائج کے طور پر سامنے آئے۔ اب یہ اور بات ہے کہ کانگریس کو اس بات کا کتنا احساس ہے۔

س:۔ مسلم تنظیموں کو کیا کرنا چاہئے؟

ج:۔ مسلم تنظیموں کو چاہئے کہ وہ کانگریس کو یہ احساس دلانے کی کوشش کریں کہ الیکشن میں اس کی بہتر کارکردگی میں مسلمانوں کا نمایاں رول ہے۔ اگر ہم یہ احساس کراسکے تو بہتر ہوگا۔ ہمیں یہ بتانا چاہئے کہ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے آپ کا ساتھ دیا ہے، لیکن آپ کو اس بات کا احساس رہے کہ اب مسلمان آنکھ بند کرکے آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ اگر آپ نے ان کے مسائل کو نظرانداز کیا تو آپ کا نقصان ہوگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ یوپی میں مسلمانوں کا ووٹ ملائم سنگھ کو لازمی تھا، لیکن کلیان سنگھ کے ساتھ جانے کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کی حمایت نہیں کی۔ اسی طرح ایک زمانے میں کانگریس کے ساتھ مسلمان پورے طور پر تھے۔ لیکن جب اس نے انہیں نظرانداز کیا تو کانگریس کی حالت کیا بنی، اس لئے یہ خیال کرلینا کہ مسلمان اب واپس ہمارے پاس آگیا ہے اب کہیں جانے والا نہیں ہے صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا ہم کانگریس کو یہ بتائیں کہ مسلمان آپ کو بھی چھوڑ چکے ہیں اور ملائم سنگھ اس کی تازہ مثال ہیں۔

اس پورے معاملے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کو مختلف قسم کے سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کا سامنا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات کہ مسلمانوں کی تصویر اس طرح بگاڑی گئی ہے کہ آج حکومت بھی سمجھ رہی ہے کہ امریکہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے، اس تصویر کو بدلنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے ہمیں اقدامات کرنے ہیں۔

س:۔ جماعت اسلامی ہند کا کیا رول ہونا چاہئے؟

ج:۔ جمہوریت صحیح ہے یا غلط یہ الگ بحث ہے، لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ کو اپنی بات کہنے کا حق ہوتا ہے۔ ہم جماعت اسلامی ہند کے لوگوں سے یہ چاہیں گے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، اسلام کا صحیح تعارف کرائیں، سماجی مسائل کے حل کیلئے بھی کوشش کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے سامنے اسلام کے نظریہ حیات کو پیش کریں۔ ہمارا مسئلہ صرف روٹی، کپڑا اور مکان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہم نظریاتی امت ہیں۔ ہمارے پاس ایک فکر ہے۔ جمہوریت ہمیں یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ ہم اس فکر کو پیش کریں۔ اگر ہم نے اس جانب توجہ نہیں دی اور صرف انہی مسائل کے حل میں لگے رہے تو بہتر نہیں ہے۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ہم میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ (گفتگو: اشرف بستوی)

اسلامی خاندانی نظام کانفرنس

معاشرے کی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے

لکھنؤ۔ جماعت اسلامی ہند علاقہ لکھنؤ کی جانب سے ''اسلامی خاندانی نظام کانفرنس'' کا انعقاد ۱۷، ۱۸ مئی کو جامعہ اسلامیہ کوٹ جلوتر ضلع اناؤ میں ہوا۔ جناب عتیق الرحمٰن اصلاحی سکریٹری حلقہ جماعت اسلامی یوپی (مغرب واتراکھنڈ) نے اسلام کے نظام میراث پر اظہارخیال کرتے ہوئے کہا کہ اگر دوسرے مذہبوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو اسلامی نظام میراث عادلانہ ومنصفانہ ہے۔ نظام باطل میں شوہر کے انتقال پر بیوی کو کوئی میراث نہیں ملتا لیکن اگر شوہر قرض چھوڑ کر انتقال کرجائے تو بیوی کو اس قرض کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ باطل نظام نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے پروپگنڈہ کیا کہ اسلام میں عورت کو آدھا حصہ ملتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں لڑکی یا عورت کو بھائی، شوہر اور والدین کی طرف سے میراث میں حصہ ہے اور شادی کے بعد طلاق یا کسی حادثے پر اس کے میکے میں اس کے بھائی اور والدین پر یہ حق واجب ہوتا ہے کہ اس کی دیکھ بھال اچھی طرح کی جائے۔ جناب اعجاز احمد اسلم سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے ''مغربی تہذیبی یلغار اور خاندان'' کے عنوان پر اپنی تقریر میں کہا کہ مغرب میں بدکردار لوگوں کو مشہور بنایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے گھر پاکیزگی کا نمونہ ہونے چاہئیں۔ انھوں نے ایک حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا۔ ظلم کے خلاف جہاد کریں اور معاشرے میں خرابیوں کو دور کرنے کی جدوجہد کریں۔ اسلامی خاندان میں مرد کو طلاق دینے اور عورت کو خلع لینے کا اختیار ہے۔ اسلام میں حلال کی گئی چیزوں میں سب سے خراب چیز طلاق کو بتایا گیا ہے جس سے پورے اسلامی معاشرے کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔ اللہ کو جو کچھ مردوں سے مطلوب ہے وہی عورتوں سے۔ اسلام خاندانی نظام پر عمل کرنے سے زندہ ہوتا ہے۔ جناب محمد احمد امیر حلقہ جماعت اسلامی ہند یوپی مغرب واتراکھنڈ نے کہا کہ اسلامی خاندانی نظام ہی اجتماعیت کی بنیاد ہے۔ اسلامی خاندان میں ہی دنیا کے تمام انسانوں کے لئے رحمت وسکون ہے۔ مسلمانوں اور اسلام کو اس حد تک بدنام کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو ان سے قطعی ہمدردی نہ رہ جائے جس طرح کسی موذی جانور کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی ہے کہ مغربی معاشرہ خاندانی انتشار کا شکار ہے اور اس میں اطمینان اور آپسی اعتماد ختم ہوگیا ہے۔ دوسرے دن کانفرنس کی ابتداء مولانا اشتیاق احمد لاری ندوی کے درس قرآن پاک سے ہوئی۔ کانفرنس میں جناب زبیر ملک فلاحی صدر فلاح عام سوسائٹی یوپی نے ''جہیز وقتل جنین'' اور جناب شاہد علی سکریٹری شعبۂ دعوت جماعت اسلامی یوپی مغرب نے ''اولاد کے حقوق وفرائض'' کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ کانفرنس میں خواتین کا متوازی سیشن بھی چلتا رہا جس میں محترمہ ہاجرہ خاتون نے ''خاندان کی سطح پر تحریک اسلامی کے مطالبات'' ومحترمہ تسنیم نزہت اعظمی ناظمہ شمالی ہند نے ''مثالی خاندان کی تشکیل میں عورت کا کردار'' پر اظہارخیال کیا۔ اس موقع پر تنظیم جماعت اسلامی ایس آئی او کا بھی متوازی سیشن چلتا رہا، جس میں محمد اسعداللہ صدیقی صدر حلقہ یوپی مشرق نے طلبہ ونوجوان ملت کا سرمایہ کے عنوان پر اظہارخیال کیا۔ طالبات تنظیم جماعت اسلامی جی آئی او سے ''جی آئی او کی تشکیل کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان پر جناب محمد احمد امیر حلقہ نے گفتگو کی۔ کانفرنس کے کنوینر جناب محمد نعیم ناظم علاقہ لکھنؤ تھے۔ کانفرنس میں کانپور، اناؤ، لکھنؤ، سنڈیلہ، بارہ بنکی، بہرائچ، سیتاپور ولکھیم پور سے لوگوں نے شرکت کی۔

اُردو تحقیق پر مذاکرہ

دربھنگہ۔ ۱۴ مئی کو شعبۂ اردو متھلا یونیورسٹی دربھنگہ میں ''یونیورسٹی میں اردو تحقیق کی موجودہ صورتحال'' پر ایک علمی مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت صدر شعبۂ اردو پروفیسر ظفر حبیب نے کی۔ اس مذاکرے میں متھلا یونیورسٹی دربھنگہ کے زیراہتمام تمام کالجوں کے بیشتر اردو اساتذہ، ریسرچ اسکالرس، طلباء وطالبات اور دیگر نے شرکت کی۔

مذاکرے میں پروفیسر رئیس انور رحمان سابق صدر شعبۂ اردو نے تحقیق کی مبادیات اور اس کے اصول پر گفتگو کی اور تحقیق کے معیار کی گرتی ہوئی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر جمال اویسی نے تحقیق کے دوران پیش آنے والی دشواریوں کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر خالد سجاد نے اس بات پر زور دیا کہ ان مقامی دانشوروں اور فن کاروں کو تحقیق کا موضوع بنایا جانا چاہئے جو اب تک پردۂ خفا میں ہیں۔ پروفیسر بدیع الزماں نے تدریسی مسائل پر زور دیا۔ ڈاکٹر آفتاب اشرف نے ریسرچ اسکالر کی ہمت افزائی کرنے اور ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے پر زور دیا۔ اس موقع پر پروفیسر ظفر حبیب کے علاوہ ڈاکٹر ایس ایم رضوان اللہ، ڈاکٹر محمد ارشد جمیل، ڈاکٹر حافظ محمد انیس اور دیگر نے بھی اظہارخیال کیا۔

دعائے مغفرت

جدہ۔ میری والدہ محترمہ مظہر بانو صاحبہ رکن جماعت اسلامی ہند زوجہ جناب محمد اسحاق صاحب مرحوم رکن جماعت اسلامی ہند مقیم حیدرآباد دکن کا ۹ مئی کو انتقال ہوگیا، پسماندگان میں تین لڑکے (محمد مبشر زبیر، محمد اطہر طارق مقیم جدہ، محمد انور سہیل مقیم امریکہ) اور ایک لڑکی ہیں)۔ محمد اطہر طارق

مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ضرورت ہے

دعوت ٹرسٹ کے تحت شائع ہونے والے جرائد سہ روزہ دعوت، کانتی ویکلی وماسک کانتی اور زندگی نو کے لئے ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں توسیع اشاعت اور اشتہارات حاصل کرنے کے لئے ہونہار، تجربے کار افراد کی ضرورت ہے۔

براہ کرم اس پتے پر اپنا Bio-data بھیج دیں یا managerdawat@gmal.com پر ای میل کردیں۔

منیجر دعوت ٹرسٹ

نوٹ: تحریک سے وابستہ افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

Dawat Trust,
D-314, Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

بقیہ: امریکہ اور کیوبا کے اختلافات برقرار ہیں

دنیا کو متاثر کرنے اور امریکہ کے ناقدین کو اپنے گرویدہ کرنے والے کاسترو امریکہ کی سرمایہ دارانہ معیشت اور تجارتی پابندیوں کے خلاف سینہ سپر رہے، آزاد تجارت کی مخالفت کرتے رہے اور آہنی قوت بن کر رہے۔ انھوں نے امریکہ مخالف لوگوں کو اکٹھا کرنے کا درس بھی دیا۔ غیروابستہ ممالک کی تنظیم کو اسی لئے امریکہ نے ''بدمعاشوں کی گیلری'' کہا۔ غیروابستہ ممالک امریکہ کے نافذ کردہ عالمی نظام کو رد کرتے ہیں۔ یہ سوچ کیوبا کی ہے کہ امریکی بالادستی معاشی آزادی، خودمختاری اور مساوات کیلئے اچھی نہیں۔ غیروابستہ ممالک کی تنظیم ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دہائی میں یورپی ممالک کی سابقہ نوآبادیات کی طرف سے اس عزم کا اظہار تھی کہ وہ اپنے مستقبل کے تعین کے لئے امریکہ اور ماسکو کے دباؤ میں نہیں آئیں گے۔ کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو نے اپنے دور حکومت میں اس امر پر باربار زور دیا تھا انہیں امریکی قوت کے خلاف متحد ہونا ہوگا۔ کیوبا کا واشنگٹن پر الزام رہا ہے کہ وہ پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتا ہے۔

اوباما کے خطاب اور امریکی انتظامیہ کے افسران کے یکے بعد دیگرے بیانات سے دونوں ممالک کے بہتر تعلقات کی جو توقع ظاہر کی جارہی تھی، وہ کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو کے بیان سے ختم ہوگئی۔ کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو نے کہا ہے کہ امریکی صدر بارک حسین اوباما کیوبا کے حوالے سے پالیسی تبدیل کرنے کے بارے میں جھوٹ بول رہے ہیں۔ انھوں نے اس رائے کا اظہار ایک آرٹیکل میں کیا ہے جس میں انھوں نے امریکہ کے بیان کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ اوباما نے کیوبا پر تجارتی پابندیوں کے خاتمے اور پچاس سالہ امریکی پالیسی تبدیل کرنے کے بارے میں جھوٹ بولا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اوباما نے سربراہ اجلاس میں کیوبا کی بندرگاہوں کا قبضہ چھوڑنے کا تذکرہ کیا اور نہ ہی مشترکہ اعلامیے میں اس کا ذکر کیا گیا۔

اوباما کی پالیسیاں واقعی کیوبا کے بارے میں تبدیل ہوئیں یا نہیں، اس کا پتہ تو امریکی حکومت کے عملی اقدامات سے چلے گا جو کہ ہمیشہ خالی ڈھول بجنے کے مترادف ثابت ہوئیں۔ امریکہ کو اپنے ناقدین کی زبان بند کرنے کے لئے خیرسگالی، مثبت جذبات اور باہمی رواداری پر مبنی ماحول کو پیدا کرنا ہوگا۔ تبھی وہ دنیا کی نظروں میں ستائش حاصل کرسکتا ہے ورنہ اس کے ہاتھ سوائے تنقید کے اور کچھ نہیں آئے گا۔ مذمتی بیانات اور لعن طعن کے علاوہ اور کچھ اس کے حصے میں نہیں آسکتا جو کہ درحقیقت اس کی اپنی پالیسیوں کا ردعمل ہے۔ ●●

مکوکا عدالت کا ایک اہم فیصلہ

ایم عارف حسین، میڈیا اسٹار

مہاراشٹر میں دہشت گرد مخالف دستہ کی درخواست پر سماعت کرتے ہوئے مکوکا کی خصوصی عدالت نے ملزم صادق شیخ کو ممبئی مغربی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے مقدمے سے بری کرنے کا حکم دیا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ انڈین مجاہدین سے منسلک ملزم صادق شیخ کو دہشت گرد مخالف دستہ نے سنسنی خیز انکشاف کہ ''ملزم صادق شیخ ۷/۱۱ ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کی سازش میں شامل ہے۔'' گرفتار کرلیا تھا۔ اس سے قبل ملزم صادق شیخ کو ممبئی کرائم برانچ نے دھمکی بھرے ای میل اور سورت احمد آباد، حیدرآباد، دلی، بنگلور میں ہونے والے بم دھماکوں کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔

ممبئی کرائم برانچ نے ۲۴ رستمبر ۲۰۰۸ء کے بعد دیگرے اس مقدمے میں انڈین مجاہدین کے ۲۱ کارکنان کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا تھا نیز کرائم برانچ کو تحقیقات کے دوران یہ بھی معلوم ہوا کہ ملزم صادق شیخ بھی ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کا ایک اہم ملزم تھا۔ ممبئی کرائم برانچ نے اپنے دعویٰ کو مزید پختہ کرتے ہوئے انڈین مجاہدین کے خلاف داخل کی گئی چارج شیٹ میں بھی اس بات کا ذکر کیا تھا کہ صادق شیخ ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کی سازش میں شامل تھا۔ ممبئی کرائم برانچ نے اپنی رپورٹ میں لوکل ٹرین بم دھماکوں کے تعلق سے وضاحت کی ہے کہ ۱۱ جولائی ۲۰۰۶ء کو ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے لئے انڈین مجاہدین سے تعلق رکھنے والے ملزم ریاض بھٹکل نے دھماکہ کے لئے آر ڈی ایکس فراہم کروائے تھے اور بم دھماکوں کے چار دنوں قبل ہی سیوڑی میں ابوالرشید نامی شخص کی گارمنٹ شاپ میں بم بنائے گئے تھے۔

انڈین مجاہدین کے مقدمے میں ملزم ریاض بھٹکل مفرور ملزمین کی فہرست میں شامل ہے۔ بہرکیف کرائم برانچ کے ذریعے ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے تعلق سے پیش کی گئی مذکورہ نئی وضاحت کے بعد دہشت گرد مخالف دستہ کے ذریعہ لوک ٹرین بم دھماکوں کے تعلق سے پیش کی گئی ۱۰۶۶۷ صفحات کی چارج شیٹ پر سوالیہ نشان لگ گیا تھا۔ کیونکہ دہشت گرد مخالف دستہ نے ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے تعلق سے یہی سے جڑے ۱۳ ملزمین کے خلاف مکوکا کورٹ کے روبرو چارج شیٹ داخل کرتے ہوئے بتایا تھا کہ گوونڈی میں رہنے والے محمد علی شیخ کے گھر میں بم سازی کا کام کیا گیا تھا۔ نیز وہی بم ممبئی مغربی لوکل ٹرینوں میں بم دھماکوں کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔

بہرکیف ممبئی کرائم برانچ کے ذریعہ پیش کی گئی نئی وضاحت کے بعد دہشت گرد مخالف دستہ نے لوک ٹرین بم دھماکوں کے تعلق سے تحقیقات کے لئے ملزم صادق شیخ کو ۲۱/۹/۲۰۰۹ء کو حراست میں لے لیا۔ اے ٹی ایس نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں بتایا کہ ملزم صادق شیخ نے بیان دیتے ہوئے بتایا کہ بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر میں مارے گئے ملزم عاطف شیخ نے اسے دھمکی دی تھی کہ گرفتار کے وقت ملزم صادق شیخ یہ بات قبول کرے کہ وہ ممبئی لوکل ٹرین بم دھماکوں کی سازش میں بھی ملوث ہے۔ اس طرح اے ٹی ایس نے دو مہینے ۲۰ دنوں کی تحقیقات مکمل ہونے کے بعد مکوکا عدالت کے فاضل جج وائی ڈی شندے کے روبرو ملزم صادق شیخ کو ممبئی مغربی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے مقدمے سے ڈسچارج کرنے کی درخواست پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ملزم صادق شیخ کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا اے ٹی ایس ملزم صادق شیخ کے خلاف فرد جرم داخل نہیں کرنا چاہتی۔ اس کیس میں ملزم صادق شیخ کے لئے ایڈوکیٹ شاہد اعظمی اور سینئر ایڈوکیٹ پرکاش شیٹی نے پیروی کی۔ سینئر ایڈوکیٹ پرکاش شیٹی نے فون پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ پولیس ملزمین کے خلاف دفعہ ۱۶۹ کے تحت تحقیقات کرتی ہے نیز دفعہ ۱۶۷ کے تحت ملزمین کو ریمانڈ میں لیتی ہے۔ جب کہ ثبوت ملنے پر ملزم کے خلاف دفعہ ۱۶۳ کے تحت چارج شیٹ داخل کیا جاتا ہے لیکن اے ٹی ایس کو اس کیس میں ہمارے موکل صادق شیخ کے خلاف کوئی بھی ثبوت نہیں ملا۔ اس لئے انہوں نے دفعہ ۱۶۹ کے تحت مکوکا کورٹ کے روبرو درخواست پیش کی تھی مکوکا عدالت کے فاضل جج شندے نے اے ٹی ایس کی درخواست پر ملزم صادق کو ممبئی مغربی لوکل ٹرین بم دھماکوں کے مقدمے سے بری کرنے کا حکم دیا ہے۔

۱۱ رجولائی ۲۰۰۶ء کو ممبئی کے سات الگ الگ اسٹیشنوں پر بم دھماکے ہوئے تھے جس میں متعدد افراد مارے گئے تھے اور متعدد زخمی ہوئے تھے اس سلسلہ میں اے ٹی ایس نے تحقیقات کرتے ہوئے ۱۶ رافراد کو گرفتار کیا تھا نیز ملزم صادق شیخ سے قبل اس مقدمے میں مجسٹریٹ کورٹ نے تین افراد کو بری کیا تھا۔ بہرکیف ۷/۱۱ مقدمے کے تعلق سے سپریم کورٹ میں عرضداشت داخل ہونے کی بنا پر مکوکا عدالت میں شنوائی پر اسٹے لگا ہوا ہے۔ اس مقدمے میں اے ٹی ایس نے ۱۰۴۶۷ صفحات پر مشتمل چارج شیٹ کے علاوہ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ضمنی چارج شیٹ بھی داخل کی تھی۔ لیکن اے ٹی ایس اب تک کی تحقیقات میں یہ واضح نہیں کرسکی ہے کہ ماہم ریلوے اسٹیشن پر کس نے بم دھماکہ کیا تھا۔ بہرحال یہ فیصلہ بہت اہم ہے۔

●●

پاکستانی جریدے کا نقطۂ نظر

قبائلی علاقوں میں فی الواقع کیا ہو رہا ہے

طالبان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی آڑ میں مالاکنڈ ڈویژن میں فوجی آپریشن میں فوجی ترجمان کے مطابق پہلے چار دنوں میں سات سو افراد مارے جاچکے ہیں۔ صرف وہی خبر سامنے آرہی ہے جسے آنے دیا جارہا ہے۔ کسے معلوم کہ کون کسے اور کس طرح سے مار رہا ہے۔ لاکھوں افراد جن میں خواتین، بوڑھے اور بچے بھی شامل ہیں، چلچلاتی دھوپ اور سائبان سے محروم شاہراہوں پر انجانی منزلوں کی جانب رواں دواں ہیں۔ یہ بحران، یہ المیہ اور یہ افتاد محض اس لئے اپنے ہی ہم وطنوں پر توڑی جارہی ہے کہ پہاڑوں کو طالبان سے خالی کرایا جائے۔

یہ ایک ظلم ہے جو سوات، دیر اور بونیر میں ہو رہا ہے۔ خود فوجی ترجمان کے مطابق چار ہزار افراد پہاڑوں پر ہیں۔ ان میں سے سات سو مارنے کا دعویٰ ہے۔ نہ جانے کتنے مارے گئے ہیں۔ دوسری جانب اب تک کی اطلاعات کے مطابق پندرہ لاکھ شہریوں کو ان کے گھروں سے نکل جانے پر مجبور کردیا گیا ہے۔ دور حاضر کا فرعون ملت اسلامیہ پاکستان کے بچوں کے قتل کے درپے ہے۔ یہ قتل عام اپنوں کے ہاتھوں اپنوں کا ہو رہا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ افغان جنگ میں امریکہ اور یورپ کو ایک ایسی شکست سے بچایا جائے جو مقدر بن چکی ہے۔ وہ ایک نوشتۂ دیوار کے طور پر امریکی صدر بارک حسین اوباما کے ماتھے پر لکھی ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ ڈالروں کے عوض سب کچھ داؤ پر لگا دیں گے۔ زندگی اس قدر مشکل ہوجائے گی، پورے مالاکنڈ ڈویژن میں کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا۔

حکمرانوں نے اپنی منصوبہ سازی میں یہ کام خوب کیا کہ آبادیوں کو خالی کرایا جائے، ہر ذی روح کو زخم دیا جائے، گھروں پر بھوتوں کا قبضہ کرا دیا جائے اور بھوتوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے، جن گھروں کے لئے بھوت میسر نہ آسکیں ان کو بارود دکھا کر تباہ کردیا جائے، لاشوں کو کھلے آسمان کے نیچے پڑا رہنے دیا جائے۔ دنیا میں اپنی خوبصورتی کے لئے مشہور خطے کو آگ و خون کا ایسا زیور پہنا دیا جائے کہ ادھر رخ کرنے والا کوئی نہ ہو۔ حکمرانوں کی یہ سوچ غلط ہے، بے بنیاد ہے، مبالغہ آرائی اور دروغ گوئی ہے کہ یہ جنگ پاکستان کی جنگ ہے حقیقت میں یہ پاکستان کی تباہی کی جنگ ہے۔ یہ پشتون بیلٹ کو امریکی حکم پر تباہ کرنے کی جنگ ہے تاکہ افغانستان میں انسانی اور غیر انسانی وسائل سے اس جنگ کو تقویت نہ پہنچے جس نے امریکیوں اور یورپیوں کی نیندیں حرام کردی ہیں۔

اس وقت پاکستان میں لادین طبقہ جو خود کو سیکولر کہتا ہے، بہت خوش ہے۔ اس کی بن آئی ہے۔ فوج اس کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہے۔ اگر لوگوں کو یاد نہیں تو یہ یاد دہانی کام آسکتی ہے کہ لال مسجد کے فوری بعد لاہور سے شائع ہونے والے سیکولر طبقے کے ایک نمائندہ اخبار، جس کا مالک اپنی مخصوص زبان اور لہجے کی وجہ سے بہت مشہور ہوا اور کبڈی سے کم بات نہیں کرتا، کے ایڈیٹر نے باقاعدہ مضمون لکھا تھا کہ اب یہ موقع ہے کہ ملک بھر کے سیکولر فوج کے ساتھ مل کر اس ملک سے ہمیشہ کے لئے انتہا پسندوں کا خاتمہ کردیں۔ یہ موقع بار بار نہیں ملے گا۔ لال مسجد چھوٹی مسجد تھی اور وہاں ایک بڑا واقعہ ہوا تھا۔ اب مالاکنڈ کو لال مسجد بنا دیا گیا ہے اور واقعہ قیامت سے کم نہیں ہے جو جاری ہے۔ فوجی آپریشن کو حل سمجھنے والوں کی عقل پر ماتم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کے بقول وہ انتہا پسندوں اور شرپسندوں کا خاتمہ کر رہے ہیں۔ کبھی جھوٹ کو جھوٹ سے ختم نہیں کیا جاسکا، کبھی انتہا پسند کو انتہا پسندی سے ختم نہیں کیا جاسکا، کبھی دہشت گرد بھی دہشت گردی سے تباہ نہیں کیا جاسکا۔ ایک کو مارا جائے گا تو دس اور سامنے آجاتے ہیں۔ یہ کون سا نسخہ آزمایا جارہا ہے کہ لاکھوں شہریوں کو مخالف بنا لیا گیا ہے۔ فوج کو عوام کے سامنے لانے والوں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ رشتہ توڑنے کا مطلب پاکستان کو توڑنا ہے۔ یہ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کا ایجنڈا ہے، یہ پاکستان کا ایجنڈا نہیں ہے۔

جہاں تک نظام عدل پر معاہدے کا تعلق ہے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے تھکے تھکے سے لگے، وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے نظام عدل دیا، دارالقضا دیا لیکن امن نہ آسکا۔ وہ یہ نہیں بتا رہے اور نہ ہی بتاسکیں گے کہ ایک رات بھی گزرنے نہیں دی گئی، ایک مقدمہ بھی اس عدالت تک لے جانے کی نوبت نہ آسکی اور امن امن پکارنے والوں نے امن کو یوں قتل کردیا کہ واشنگٹن میں بیٹھے بارک حسین اوباما اور اس کے پہلو میں محو استراحت آصف علی زرداری اور حامد کرزئی بھی عش عش کر اٹھے۔ بارک حسین اوباما اور حامد کرزئی کے شادیانے بجانے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے کہ یہ دونوں پاکستان کو بالخصوص اس کی پشتون آبادی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ آصف علی زرداری کی مسکراہٹ کا جواز سمجھ میں نہ آسکا۔ شاید ان کو دلی تسکین اس لئے ملی ہو کہ ان کے خیال میں بے نظیر بھٹو کے قاتل طالبان تھے، وہ طالبان سے انتقام لے رہے تھے، لیکن یہ انتقام تو انھوں نے پاکستان سے لیا ہے۔ ایک ارب نوے کروڑ ڈالر کے عوض انھوں نے پاکستان کے وجود کو ہی سنگین خطرات سے دوچار کردیا ہے۔

حالات کو بہتری کی جانب لانے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان اس دلدل سے باہر نکلے جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کہا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کی جنگ نہیں ہے۔ یہ امریکہ کی خباثت کی علامت ہے۔ یہ اس خباثت کی علامت ہے جو ایک امریکی نژاد شہری خاتون کو ایران سے تعلقات نہ ہونے کے باوجود اور سزا یافتہ ہونے کے باوجود رہا کرالیتی ہے اور پاکستان کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ساتھ ہر غیر انسانی سلوک جائز سمجھتی ہے۔ پوری قوم کو ایک آواز ہوکر امریکہ کو یہاں سے نکالنے، پاک فوج کو پاکیزگی برقرار رکھنے اور عاقبت نااندیش حکمرانوں کی حماقتوں کو لگام دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔ سوات آپریشن بند کیا جائے، ملک کے اندر ہی مہاجر ہوجانے والے پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کو ان کے گھروں میں عزت سے واپس آباد ہونے کا موقع دیا جائے۔ پشتون آبادی کے خلاف سازشیں بند کی جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پاکستان کی سلامتی کو لاحق خطرات میں سنگینی در آئے گی۔ پھر حالات سدھارنے والوں کو اب کی نسبت شدید جدوجہد کرنا پڑے گی اور یہ جدوجہد پاکستان کی یکجہتی کی قیمت وصول کرکے رہے گی۔

(ادار یہ ایشیا۔ لاہور)

مسلم تنظیموں کے بین الاقوامی اتحاد کی ضرورت

حافظ محمد شاکر الاکرم فلاحی

بلارشاہ (مہاراشٹر)

دنیا بالخصوص مسلم دنیا جن مسائل کی شکار ہے تحریکات اسلامی کی فوری توجہ کی مستحق ہے۔ ایک جانب دنیا معاشی و اخلاقی بحران میں مبتلا ہے اور امن عالم درہم برہم ہونے کو ہے۔ ہر ملک داخلی و خارجی انتشار میں مبتلا ہے۔ دوسری جانب مسلم دنیا استعمار کے نشانے پر ہے۔ بعض ممالک تو بڑی طاقتوں کے استحصال کا شکار بھی ہیں۔ اگر مسلم ممالک اپنے تنازعات کا تصفیہ آپسی تعاون سے خود کرلیں تو دشمن کی ثالثی کی نوبت ہی نہیں آئے گی جو ثالثی کی شکل میں مسلم ممالک کو خدائی دسترخوان سمجھ کر اس پر بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس وقت دنیا اس اسٹیج پر پہنچ چکی ہے جہاں اسلامی تحریکوں و تنظیموں کو اپنی موجودگی محسوس کرانے کی اشد ضرورت ہے اور مواقع بھی ہیں۔ اس وقت دنیا مالی بحران سے نمٹنے کی سعی ناتمام کر رہی ہے اور نئی نئی راہیں تلاش کرنے میں لگی ہوئی ہے، مگر عالم اسلام کی جانب سے اب تک کوئی حل پیش نہیں کیا جاسکا۔ اکثر تحریکیں ردعمل اور بائیکاٹ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور منفی سوچ یا تحفظات کا شکار ہیں۔ اقدامی کارروائی اور پیشوائی سے کوسوں دور ہیں۔ دنیا میں کہیں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے یا کوئی حادثہ ہوتا ہے عالم اسلام اپنا نقطۂ نظر اور مسائل کا حل پیش نہیں کرتا نیز دنیا کو مثبت اور تعمیری رخ پر ڈھالنے کی منظم کوشش نہیں کرتا۔

سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ کے ذریعے میڈرڈ میں بین الاقوامی بین المذاہب مکالمے کا آغاز اچھی پیش رفت ہے۔ سوڈانی صدر عمر حسن البشیر کے تعلق سے ہیگ کے عالمی کورٹ کے فیصلے کے خلاف عرب ممالک کا اتحاد۔ ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کا سپر پاور کو خاطر میں نہ لانا، پوری بے خوفی کے ساتھ کانفرنس میں اسرائیل کو نسل پرست کا خطاب دینا جس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہوتی ہے۔ ترکی کے وزیر اعظم کا، غزہ حملے کے تعلق سے بیباکانہ خطاب نہایت حوصلہ افزا صورتحال ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو مضبوط بیکنگ فراہم کی جائے نیز جملہ مسائل پر بین المذاہب مکالمے کرائے جائیں اور دنیا کو مثبت پیغام دیا جائے۔

دنیا کے مسائل میں دلچسپی نہ لینا اسلامی تنظیموں و تحریکات کی مجبوری بھی ہے کیونکہ یہ اس قدر ملی و ملکی مسائل میں گھری رہتی ہیں کہ اس سے اوپر اٹھ کر سوچنے کی انہیں فرصت بھی نہیں ملتی۔ مگر توقع اسلامی تحریکات سے ہی ہے۔ وقت آگیا ہے اور اسٹیج تیار ہوچکا ہے کہ تمام اسلامی تحریکات ایک بین الاقوامی تحریک کی شکل اختیار کرلیں۔ تحریکات اسلامی کوشش کریں تو ایک عالمگیر تحریک (الجماعۃ) وجود میں آسکتی ہے اور یہ الجماعۃ عالمگیر تحریک چلا کر مسلم حکمرانوں کو سیدھا بھی کرسکتی ہیں نیز عالم اسلام کے مسائل بھی حل کرسکتی ہیں۔ اس لئے تمام اسلامی تحریکات کو چاہئے کہ اپنی انفرادیت کو مناسب حدود میں رکھتے ہوئے ''الجماعۃ'' کی شکل اختیار کرکے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد کریں۔ ورلڈ اسلامک بینک قائم کریں۔ تجارتی منڈیاں قائم کریں۔ جملہ شعبہ ہائے حیات میں خودکفیل ہونے کی کوشش کریں کیونکہ اس کے بغیر بائیکاٹ کی پالیسی موثر نہیں ہوسکتی۔ علاوہ بریں عالم اسلام اور بیرونی دنیا کے ماہرین مفاہمت اور تعاون کی راہیں نکالیں اور امن عالم کے لئے ٹھوس اقدامات کریں۔ مسلم حکمرانوں سے تو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ عالم اسلام کو متحد کرسکیں اور ملت اسلامیہ کو جسد واحد کی شکل دے سکیں۔ لہٰذا فطری طور پر نگاہیں تحریکوں اور تنظیموں کی جانب ہی اٹھتی ہیں۔ اب بھی اگر اس ضرورت کا احساس نہ کیا گیا تو ایک ایک کرکے تمام بلاد اسلامیہ اور ان کے ذرائع و وسائل پر استعماریت کا غلبہ ہوسکتا ہے۔ مسلم حکمراں، ہوس اقتدار اور برتری کے زعم میں اس بری طرح مبتلا ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سازش کو سمجھ نہیں سکتے اس کا توڑ کرنا تو در کنار الٹا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

●●

بیٹیوں کی نسل کشی کا انسداد کیونکر

عارف عزیز (بھوپال)

ہندوستان کی مردم شماری میں صرف انسانوں کی تعداد ہی نہیں گنی جاتی، بعض اہم اور بنیادی معلومات جمع کرنے کا کام بھی انجام دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانی آبادیاں کہاں کہاں ہیں، ان کی مجموعی تعداد کیا ہے وہ کون سی زبانیں بولتی ہیں، ان کی مادری زبان کیا ہے، کون کیا پیشہ کرتا ہے، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ افراد کا تناسب کیا ہے۔ یہاں مختلف مذاہب اور طبقات سے تعلق رکھنے والے کتنے ہیں نیز ان میں خواتین و مردوں کا تخمینہ کیا ہے؟

۲۰۰۱ء کی مردم شماری کا کام عرصہ ہوا مکمل ہوگیا ہے، اس پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دس برسوں میں ہمارے ملک کی آبادی میں ۱۸ کروڑ ۱۰ لاکھ انسانی نفوس کا اضافہ ہوا ہے۔ جو دنیا میں آبادی کے لحاظ سے پانچویں ملک برازیل کی آبادی سے بھی زیادہ ہے اور ملک میں انسانوں کی تعداد ایک ارب ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ ۱۵ ہزار کو پار کرگئی ہے جن میں سے ۵۳ کروڑ ۱۲ لاکھ ۷۷ ہزار مرد اور ۴۹ کروڑ ۵۷ لاکھ ۳۸ ہزار سے زیادہ خواتین ہیں۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان آبادی کا یہ فرق اگرچہ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کے مقابلہ میں چھ فیصد کم ہوا ہے کیونکہ مردم شماری میں فی ہزار مردوں پر عورتوں کی تعداد ۹۲۷ تھی جو بڑھ کر ۹۳۳ ہوگئی ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ عورتوں کی آبادی میں یہ اضافہ صرف چھ نفر کا نہ ہوکر کہیں زیادہ ہوجاتا، اگر ملک کی ترقی یافتہ ریاستیں پنجاب، ہریانہ، گجرات، مہاراشٹر اور ہماچل بھی اس میں خاطر خواہ تعاون کرتے لیکن اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ ان پانچوں ریاستوں میں جنس کا فرق کافی بڑھا ہے، حالانکہ یہ وہی ریاستیں ہیں جہاں فی کس آمدنی دوسری ریاستوں سے زیادہ ہے، خصوصیت سے پنجاب جو فی کس آمدنی کے لحاظ سے سب سے اوپر ہے وہاں کا حال یہ ہے کہ فی ہزار لڑکوں پر لڑکیوں کی تعداد ۸۷۵ سے کم ہوکر ۷۹۳ رہ گئی ہے جبکہ مہاراشٹر میں لڑکوں اور لڑکیوں کا تناسب ۹۴۸ سے گر کر ۹۱۷ ہوگیا ہے، ہریانہ، ہماچل اور گجرات کا بھی یہی حال ہے۔

اس کی وجہ اول تو لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کو سماجی حیثیت سے بوجھ سمجھنا، دوم لڑکیوں کی شادی پر بے تحاشا اخراجات بالخصوص جہیز کی اندھا دھند ادائیگی کا خوف ہے جس میں گرفتار ہوکر شہروں کے ہی نہیں قصبوں کے کھاتے پیتے لوگ ماں کی کوکھ میں ہی یہ جانچ کرالیتے ہیں کہ اس میں پلنے والا لڑکا ہے یا لڑکی۔ اگر لڑکا ہوتا ہے تو اسے خوشی خوشی قبول کرلیتے ہیں ورنہ شکم مادر میں ہی لڑکی قتل کردی جاتی ہے۔

یہ تو ہوا متمول لوگوں کا حال، غریبوں میں لڑکیوں کی پیدائش کے بعد ان سے جو ناروا سلوک اختیار کیا جاتا ہے۔ اس سے فطری طور پر ان کی افزائش میں کمی پیدا ہوتی ہے اور اموات کی شرح بڑھ جاتی ہے، اس دوسرے رویہ پر حکومت و قانون کی گرفت آسان نہیں کیوں کہ یہ ایک سماجی مجبوری ہے مگر شکم مادر میں پلنے والے بچے کا تجزیہ کرکے اسے مار ڈالنا تو ایک صریحاً قتل ہے اور اس کے خلاف قانون موجود ہوتے ہوئے بھی اس لعنت پر گرفت نہ کرنا ہماری معاشرتی کمزوریوں میں سے ایک بڑی کمزوری ہے، جس کا احساس کرکے سپریم کورٹ کی طرف سے حکومت کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ جنس کے تجزیہ کے غلط استعمال پر قابو پانے والے پی این ڈی ٹی ایکٹ کو سختی سے نافذ کرے اور ضرورت پیش آنے پر اس میں اصلاح بھی کرے سپریم کورٹ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی تھی کہ مذکورہ قانون پر عمل تو دور رہا نئی تیکنک نے اسے سرے سے بے اثر بنا دیا ہے، حال میں ایسے طریقے ایجاد ہوگئے ہیں جن کے وسیلہ سے حمل گرانے سے قبل ہی لڑکی کی پیدائش کے امکانات کو معلوم کرلیا جاتا ہے جیسا کہ وزارت صحت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے معاملوں میں پی این ڈی ٹی ایکٹ نافذ نہیں ہوتا لیکن جہاں وہ موثر ہوسکتا ہے وہاں بھی اس پر نہ ہونے کے برابر عمل ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ شہروں سے لیکر قصبوں تک ایسے کلینکوں کا جال موجود ہے جو مذکورہ قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں جبکہ ان میں سے کسی کا باقاعدہ رجسٹریشن بھی نہیں ہے یا دواء علاج کے پردہ میں ان کلینکوں کو چلایا جارہا ہے۔

اس لئے حکومت سے یہ توقع کرنا کہ وہ صنف نازک کی اس نسل کشی پر روک لگانے کے لئے اپنی ذمہ داری محسوس کرے گی فضول ہے۔ مذہبی و اخلاقی سطح پر اس لعنت کا مقابلہ ہونا چاہئے جیسا کہ پنجاب میں سکھوں کے اکالی تخت کی طرف سے اس برائی کے خاتمہ پر زور دیتے ہوئے جو اس کے مرتکب ہوں انہیں ''تنخواہ'' قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اس برائی کا دوسرے طریقہ سے مقابلہ لڑکیوں کی تعلیم اور روزگار کے مواقع بڑھا کر بھی کیا جاسکتا ہے مگر یہ قانون کے نفاذ اور اس کی اصلاح سے زیادہ مشکل کام ہے اور جب تک سماج میں اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس نہ ہو اس وقت تک اس سمت میں پیش رفت ممکن نہیں، خوش قسمتی سے کیرل، سکم اور میزورم جیسی ریاستیں موجود ہیں جو اس بارے میں پورے ملک کی رہنمائی کرسکتی ہیں۔

●●

طب و صحت

جامن

حکیم محمد ابراہیم شیخ

جامن قد آور درخت کا پھل ہے۔ وطن عزیز میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک قسم میں پھل بڑا بیضوی شکل کا ہوتا ہے جسے سودا جامن کہتے ہیں، جبکہ دوسری قسم میں پھل چھوٹا گول ہوتا ہے، اسے کھٹا جامن کہتے ہیں۔ یہ رس دار پھل ہے۔ جس کی گٹھلی سخت ہوتی ہے۔ جامن باہر سے کالا اور اندر سے بنفشی ہوتا ہے۔ اس کا گودا ترشی مائل میٹھا اور بیج سبزی مائل زرد ہوتا ہے۔ مزاج سرد و خشک اور وٹامن سی سے بھرپور ہے۔ عام طور پر سندھی میں اسے جموں کہتے ہیں۔ اس کے پھول، پھل، چھال، پتے اور گٹھلی کا بطور دوا استعمال عام ہے۔ موسم گرما کی شدید گرمی اور برسات کے دنوں میں پھل پک کر زیادہ آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ موسمی صورتحال کے پیش نظر عوام کے خون میں تیزابیت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ وہ پھوڑے، پھنسی، خون میں حدت سے تنگ آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ ایسے موسم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیاس کی شدت کم اور خون کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے جامن کی شکل میں میوہ پیدا فرمایا ہے۔ معدہ، جگر اور آنتوں کو تقویت دیتا ہے، بھوک میں اضافہ کرتا ہے، خون میں سرخ ذرات کو بڑھاتا ہے، شوگر کا قدرتی علاج ہے۔

ذیابیطس

مغز جامن پچیس گرام، تخم خرفہ سیاہ پچیس گرام، کریلا خشک پچاس گرام باریک پیس کر دوا میں کشتہ بیضہ مرغ تین گرام، کشتہ زمرد تین گرام شامل کرکے تین تین گرام صبح و شام دہی کی لسی سے استعمال کریں۔

اسہال کہنہ

مغز خستہ جامن، مغز خستہ آم، کالی ہڑ (گھی میں بھون لیں) برابر وزن کا سفوف تین گرام کے ساتھ صبح و شام استعمال کریں۔

پیچش

مغز جامن کو پیس کر بھوسی اسپغول ملا کر دن میں دو بار سفوف پانچ گرام پانی سے لینا مفید ہے۔

معدہ و آنتوں کے امراض کے لئے

معدہ و آنتوں کے امراض، صفراء کی زیادتی یعنی گرمی کا زیادہ بڑھ جانا، کے لئے مفید ہے۔ گیس خارج کرنے اور غذا ہضم کرنے کے لئے شکنجبین جامن دس ملی لیٹر، صبح و شام پانی میں ملا کر استعمال کریں۔

نوٹ:

سرکہ جامن ۲۵۰ گرام، شکر ۷۵۰ گرام، ست لوبان ایک گرام، ست لیموں تین گرام، پانی تین سو ملی لیٹر ملا کر قوام سا تیار کریں۔

کثرت بول:

پیشاب زیادہ آنے کی شکایت ہو تو تخم جامن مغز جفت بلوط، گوند کندر برابر وزن باریک پیس لیں، ایک گرام سفوف صبح اور ایک گرام سوتے وقت پانی سے استعمال کریں۔

جریان اور سیلان کے لئے:

اگر جریان و سیلان کی شکایت ہو تو تخم جامن، رال، مازو سبز، مصری برابر وزن کا سفوف کرکے صبح و شام ایک ایک گرام دودھ سے استعمال کریں۔

بواسیر خونی:

اس مرض میں جامن غذائی علاج ہے۔ جامن کے موسم میں تازہ پھل نمک کے ساتھ روزانہ کچھ عرصے استعمال کرنے سے بواسیر میں آرام آتا ہے۔

دانتوں کے لئے:

برگ جامن سوختہ نمک لاہوری معمولی سا ملا کر سفوف تیار کریں، یہ سفوف جملہ امراض دندان کے لئے مفید ہے۔

پیٹ کے کیڑے:

پوست جامن، پلاس پاپڑہ، باؤ برنگ برابر وزن لے کر سفوف بنالیں، صبح اور رات سوتے وقت پانی سے استعمال کریں، پیٹ کے کیڑے دور ہوجائیں گے۔

سوزاک

برگ جامن خشک، برگ کیکر، برگ حنا،

(باقی صفحہ ۵ پر)

POSTED ON 26 May 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)- 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.
۲۸ مئی ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

احوال وکوائف

موت سے کس کو رستگاری ہے

شفیق الرحمن

امریکی ٹیلی ویژن چینل سی این این کی ۲۲ مئی ۲۰۰۹ء کی اہم خبروں میں ایک خبر لاطینی امریکہ کے ملک گوئٹے مالا کے ایک نہایت دور دراز علاقے جکال تینانگو (Jacaltenango) سے تعلق رکھنے والے اس اٹھارہ سالہ جواں ہمت خوبرو نوجوان جوان آ کسلیج گونزالیز (Juan oxlaj Ganzalez) کی بھی تھی جو اس وقت امریکہ کی ایک ریاست جارجیا کے شہر روم کے ایک اسپتال ریڈمنڈ ریجنل میڈیکل سنٹر میں موت وحیات کی جنگ لڑ رہا تھا، عین ممکن ہے وہ اس جنگ کو نہ جیت سکا ہو، اس کا وقت موعود آ چکا ہو اور سر رشتہ حیات چھوٹ چکا ہو، اس کا بھی امکان ہے کہ کوئی انہونی ہوگئی ہو مگر اس کے معالجین پہلے ہی امید چھوڑ چکے تھے، حالانکہ وہ پیچیدہ امراض کے ماہر خیال کئے جاتے ہیں۔ اسپتال کے ماہر امراض قلب جو اس نوجوان کا علاج کر رہے تھے ڈاکٹر فرینک اسٹیگال (Dr.Frank Stegall) کا کہنا تھا کہ نوجوان کا قلب بہت کمزور ہو چکا ہے۔

ایک صحتمند انسان کا قلب عام طور پر جتنی مقدار میں خون جسم کے دوسرے حصوں کو پہنچاتا ہے، گونزالیز کا قلب اس کا صرف بیس فیصد خون ہی باہر پھینک رہا ہے۔ نوجوان گونزالیز اس حالت میں پچھلے کئی دنوں سے اسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ قلب کی اس حالت میں اصلاح کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ روم کیا، پورے جارجیا بلکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اس کا کوئی قریبی عزیز نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ وہاں سے ہزاروں میل دور گوئٹے مالا کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں اس وقت اس کی طرف سے کسی اچھی خبر کی امید لگائے بیٹھے تھے، کیونکہ وہ گھر سے ایک تابناک مستقبل کا خواب اپنی آنکھوں میں سجا کر نکلا تھا۔ جب پچھلے موسم خزاں میں وہ روم پہنچا تو اسے وہاں ڈش واشر کا کام مل گیا جس سے وہ ہفتہ بھر میں ۲۵۰ ڈالر کما لیتا تھا، گویا ماہانہ ایک ہزار ڈالر۔

یہاں یہ واضح رہے کہ ایک امریکی باشندے کی ماہانہ اوسط آمدنی ۴۶۸۵۹ ڈالر ہے۔ جبکہ گوئٹے مالا کے باشندے کی اوسط ماہانہ آمدنی ۴۱۳۶ ڈالر ہے۔ لاطینی امریکہ کے دوسرے ممالک کا بھی کم وبیش یہی حال ہے اور امریکہ کے خلاف وہاں بڑے سخت جذبات پائے جاتے ہیں لیکن وہ اسی میں مسرور وشاداں تھا، اسے کیا خبر تھی کہ موت نہایت خاموشی سے اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس کے معالجین بتاتے ہیں کہ اس کے دل کو ایک ایسا روگ لگ گیا جو جان لیوا تھا، اس کے پاس نہ پیسہ تھا نہ دوسرے وسائل کہ وہ اس روگ کا علاج کراتا، لہٰذا مرض بڑھتا چلا گیا۔ سی این این کی خبر یہ بتاتی ہے کہ وہ پچھلے سات ماہ کے دوران متعدد بار علاج کے لئے اسپتال کے چکر لگا چکا ہے، جیسے ہی اس میں کچھ توانائی آ جاتی وہ کام پر واپس چلا جاتا لیکن کمزوری بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ اس بار جب وہ اسپتال میں داخل ہوا تو اس کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تھی۔ طبیعت سنبھلنے کی بجائے بگڑتی ہی چلی گئی، بتاتے ہیں کہ اس کو اس حالت میں دیکھ کر اسپتال کا عملہ سب سے زیادہ پریشان تھا۔ اس کا دل جیسے جیسے ڈوب رہا تھا اسپتال کے عملے پر حزن وملال کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اس کی حالت کو دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر اسپتال کا عملہ بے حد متاثر تھا۔ پھر جب اس نے اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا تو جیسے پورا اسپتال بے قرار ہو اٹھا، اس معصوم نوجوان نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کو اس دنیا سے رخصت ہونے سے قبل دیکھنا چاہتا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ اسپتال کے انتظامی امور سے متعلق عملہ نے فوراً ہی جارجیا کے کانگریس مین فل گنگرے سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بھی فوراً کارروائی کرتے ہوئے وزارت خارجہ کو لکھا کہ وہ گونزالیز کے ماں باپ (پاسکل اور میری) کے گوئٹے مالا سے امریکہ اور جارجیا بلکہ روم تک پہنچنے کا انتظام کرے۔ امریکی وزارت خارجہ نے بھی ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس کا انتظام کر دیا۔ ڈیلٹا ایئر لائنز نے دو ٹکٹ کا ہدیہ پیش کیا۔ اور یوں گونزالیز کے ماں باپ اپنے جواں سال بیٹے سے آخری ملاقات کے لئے گوئٹے مالا سے روم پہنچے۔ سی این این نے وہ روح پرور مناظر بھی دکھائے۔ یعنی گونزالیز کی آخری خواہش کا اظہار اور اپنے ماں باپ سے بستر مرگ پر گلے لگنا، اس کی ماں نے اپنے ہاتھوں میں بائبل لے رکھی تھی اور آنکھیں بند کر کے اس کی آیتیں پڑھ رہی تھی۔ گونزالیز اسے دہرا رہا تھا۔

یہ ایسا منظر ہے جس کو دیکھ کر سخت سے سخت دل بھی پسیجے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کانگریس مین فل گنگرے نے بھی اپنے دعائیہ کلمات میں اس کو اپنے لئے باعث افتخار قرار دیا کہ اس کو اس جہان فانی سے رخصت ہونے والے ایک نوجوان کی آخری خواہش پوری کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ گونزالیز کا کہنا ہے کہ وہ آخر وقت تک موت سے لڑے گا۔ لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ آثار اچھے نہیں ہیں۔ اس مرض سے جانبر ہونے کی امید نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نوجوان کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ اس کا دل تبدیل کیا جا سکے۔ نوجوان گونزالیز ہزاروں ارمان لئے زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا ہے۔ جو ہزاروں میل چل کر اور دو ہفتوں کی مسلسل مسافت طے کر کے ایک نئے سویرے کی امید لے کر یہاں پہنچا تھا۔ اس کی امیدوں کے چراغ ٹمٹمانے لگے ہیں جس کی لو بھی مدھم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اس ملک کا ایک بہادر سپوت ہے جو انتہائی پسماندہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جہاں غربت عام ہے، ۲۹ فیصد لوگ خط غربت سے بھی نیچے کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ خانہ جنگی کے زمانے میں بہت سارے گوئٹے مالائی باشندے بھاگ کر امریکہ چلے گئے، جہاں سے وہ اپنے اعزا واقربا کو بھی گزر اوقات کے لئے کچھ رقم بھیجتے رہتے ہیں اور یہ گوئٹے مالا کی قومی آمدنی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بتانے والے یہ بتاتے ہیں کہ برآمدات اور سیاحت سے ملک کو مجموعی طور پر جو آمدنی ہوتی ہے یہ رقم اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ لاطینی امریکہ کے اس ملک کے اطراف وجوانب میں جو ممالک ہیں ان کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔

••

امریکہ اور کیوبا کے اختلافات برقرار ہیں

صبا ممتاز

بارک حسین اوباما کے بیانات سے امریکہ کی کیوبا کے بارے میں پالیسیوں کی تبدیلی کے سلسلے میں جو اندازہ لگایا جا رہا تھا وہ فیڈل کاسترو کے بیان سے دم توڑ گیا، جس میں انھوں نے وضاحت کی کہ امریکہ کا رویہ یا پالیسیاں کیوبا کے متعلق تبدیل نہیں ہوئیں۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما کی ایک علاقائی کانفرنس میں شرکت کو سراہا گیا، لیکن لاطینی امریکی اور کیریبین قائدین نے ان پر دباؤ ڈالا کہ کیوبا پر طویل عرصے سے عائد امریکی امتناع برخاست کیا جائے۔ بارک اوباما نے لاطینی امریکہ میں ہونے والی اس کانفرنس میں شرکت کرتے ہوئے مندوبین سے وعدہ کیا کہ اس علاقے کے ممالک کے ساتھ بہتر تعاون کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ علاوہ ازیں کمیونسٹ زیر اقتدار کیوبا کے ساتھ ایک نئی شروعات کا دور بھی شروع ہوگا۔ ان کے اس بیان کو کیوبا کی طرف دوستی کے ہاتھ کے طور پر لیا جا رہا تھا، کیونکہ صرف اتنا ہی نہیں بارک اوباما نے ٹرینیڈاڈ ٹوباگو میں ہونے والی کانفرنس میں بھی شرکت کی، جس کا مقصد اصولی طور پر کیوبا کے ساتھ مذاکرات پر موافقت ظاہر کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں شرکت کو کیوبا کے بارے میں خاصا خوش آئند لیا جا رہا تھا۔ ان دنوں امریکہ پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ وہ کیوبا کے خلاف پابندیاں اٹھا لے۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما کے ان رجحانات کو امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے نئے دور کا آغاز قرار دیا۔ بارک حسین اوباما نے اس کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا: ”مذاکرات برائے مذاکرات نہیں ہونے چاہئیں بلکہ ان کا مقصد کیوبا کے ساتھ تعلقات کو نئی جہت دینا ہے۔ امریکی حکومت کیوبا حکومت سے وسیع البنیاد مذاکرات کا آغاز کرنا چاہتی ہے۔ امریکی انتظامیہ کیوبا سے انسانی حقوق، اظہار رائے کی آزادی، جمہوری اصلاحات، منشیات کی اسمگلنگ کا خاتمہ، امیگریشن اور اقتصادی مسائل جیسے معاملات پر بات چیت کی خواہشمند ہے“۔

صدر بارک حسین اوباما کے اس خطاب کو بہت سراہا گیا خاص طور پر ان کے اس جملے کو کہ: ”میں یہاں ماضی نہیں بلکہ مستقبل کے اہتمام کے لئے آیا ہوں“۔ اس خطاب سے قبل اوباما نے وینزویلا کے صدر ہیوگو شاویز سے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ ان کے گرم جوش مصافحے اور مسکراہٹ نے یہ تاثر ضرور دیا کہ اختلافات کی خلیج پاٹی جا چکی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ سفارتی تعلقات کو بحال کیا جائے۔ اس کانفرنس میں کیوبا اور وینزویلا کے بارے میں امریکی پالیسیوں میں تبدیلی کا مثبت اشارہ دیا گیا۔ وینزویلا کے صدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو سے متاثر ہیں۔ وینزویلا کے صدر کا جارحانہ رویہ امریکی صدر فیڈل کاسترو کے رویے کی غمازی کرتا ہے۔ دونوں ممالک امریکہ کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتے۔ امریکہ کے شدید نکتہ چین ہیوگو شاویز نے بولیویا میں امریکی سرگرمیوں سے پیدا شدہ تنازعہ کے بعد اپنے ملک سے امریکی سفیر کو ستمبر میں باہر نکال دیا تھا، جس کے جواب میں امریکہ نے بھی وینزویلا کے سفیر کو خارج کر دیا تھا۔ لاطینی، امریکی اور کریبیائی ملکوں کی چوٹی کانفرنس میں دونوں ممالک نے پھر سے سفارتی روابط بحال کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس مثبت قدم سے بہتر تعلقات کی امید پیدا ہو رہی ہے۔

امریکی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے ترجمان رابرٹ ووڈ نے کہا: ”یہ ایک مثبت تبدیلی ہے جو امریکی مفادات کو آگے بڑھانے میں مددگار ہوگی اور اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ اس مشترکہ مقصد کے لئے اب مزید کام کرے گا“۔ اوپیک رکن وینزویلا اور اس کے بڑے تیل کے خریدار امریکہ کے درمیان تعلقات اس وقت خراب ہوئے جب ہیوگو شاویز برسراقتدار آئے اور انھوں نے خود کو کیوبا کا قریب ترین حلیف اور لاطینی امریکہ میں مخالف امریکی جذبات کے حامل کے طور پر پیش کیا۔ امریکہ کے رویے سے اب یہ اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ وہ کیوبا اور وینزویلا دونوں سے بہتر تعلقات کا خواہاں ہے۔

امریکی صدر کے بیانات کو کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو نے سراہتے ہوئے کہا تھا کہ امریکہ کو کیوبا کے بارے میں پالیسیوں کو تبدیل کر دینا چاہئے۔ امریکہ کی جانب سے کیوبا پر تجارتی پابندیوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ تاہم فیڈل کاسترو نے اپنے بھائی راؤل کاسترو کی جانب سے امریکہ کے ساتھ بات چیت کی غیر مشروط پیشکش کے معاملے پر بات نہیں کی۔ راؤل کاسترو نے سیاسی قیدیوں اور انسانی حقوق سے متعلق تمام مسائل پر امریکہ سے بات چیت کی پیشکش کی تھی۔ کاسترو نے اوباما کی ستائش کرتے ہوئے انھیں بہت ذہین آدمی قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں اوباما کو کیوبا کے تعلق سے بنیادی اخلاقی اصول یاد دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جو بھی ناانصافی یا کسی بھی وقت کسی بھی قسم کا جو جرم کیا گیا ہے، اسے جاری رکھنے کا کوئی بہانہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے کہا کہ کیوبا کے خلاف سخت اور بے رحمانہ تجارتی پابندیاں اسے بہت متاثر کر رہی ہیں۔ ان غیر انسانی پابندیوں سے کیوبا کے عوام کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے اور اس سے ان کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اوباما انتظامیہ کے کیوبا کے بارے میں رویے میں تبدیلی کا احساس اس لئے بھی جاگزیں ہوا ہے کیونکہ چوٹی کانفرنس میں شرکت سے قبل اوباما نے ماضی کی تجارتی پابندیوں میں کیوبا نژاد امریکنوں کو کیوبا کا آزادانہ سفر اور لامحدود رقم ادا نہ کرنے کی اجازت دے کر چھوٹے چھوٹے سوراخ کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ اب امریکہ کے کیوبا نژاد باشندے اپنے رشتے داروں کو کیوبا میں رقوم روانہ کر سکتے ہیں اور ان سے ملاقات کے لئے سفر بھی کر سکتے ہیں۔

امریکہ نے بھی کیوبا سے کچھ مثبت اقدامات کی توقع ظاہر کی ہے۔ راؤل کاسترو نے چوٹی کانفرنس سے قبل اس امر کا اشارہ دیا تھا کہ کیوبا امریکہ سے بات چیت کے لئے تیار ہے اور بات چیت میں انسانی حقوق، سیاسی قیدیوں کی آزادی جیسے حساس مسائل بھی زیر بحث لائیں گے، جس پر امریکہ کی جانب سے بھی بظاہر مثبت اشارات دیئے گئے۔ اوباما نے کہا کہ ”ہمارا امتحان صرف نفاذ کی حد تک نہیں بلکہ نفاذ کے بعد عمل کی حد تک ہے“۔ اوباما نے کہا کہ وہ امریکہ کیوبا تعلقات کو دوبارہ شروع کرنے کے خواہاں ہیں۔ کاسترو نے اپنے ایک کالم میں لکھا ہے کہ وہ امریکہ سے بات چیت بڑھانے کے خواہاں ہیں، وہ اس سے مذاکرات کرنے سے خوفزدہ نہیں ہیں، لیکن وہ تحریرات کو کیوبا کی اصلاحات کے لئے استعمال کریں گے۔

کاسترو نے اپنے اتحادی نکاراگوا کے صدر ڈینیل اولیگا کی امریکی چوٹی کانفرنس میں کی گئی تقریر کا حوالہ دیا۔ اولیگا نے بھی چوٹی کانفرنس میں اپنی تقریر میں امریکہ کی اس خطے میں ناانصافیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ انھوں نے ایک ایک بار سابق امریکی صدر جمی کارٹر سے کہا تھا کہ نکاراگوا میں تبدیلی کی ضرورت نہیں بلکہ امریکہ کو تبدیل ہونا چاہئے۔ نکاراگوا کے صدر نے کہا تھا کہ ان کے ملک نے شمالی امریکہ کی کسی بھی قوم پر پتھر نہیں پھینکا اور نہ ہی نکاراگوا نے امریکہ پر اپنی حکومت مسلط کی۔ انھوں نے بھی کیوبا کے سابق صدر فیڈل کاسترو، وینزویلا کے صدر ہیوگو شاویز کی طرح امریکہ کو کہا کہ ”تبدیلی ہم میں نہیں، آپ لوگوں میں پیدا ہونے کی ضرورت ہے“۔ کیوبا سے امریکہ کو کافی شکایات رہی ہیں۔

کیوبا پر یہ الزام بھی تھا کہ اس نے ایران کو فوجی سازوسامان فراہم کیا ہے۔ امریکہ نے اس ضمن میں کیوبا کی اسلحہ فرموں پر پابندی لگا دی تھی۔ امریکہ نے کہا تھا کہ ان فرموں نے یہ سازوسامان تہران کو فروخت کر کے امریکی قانون کو توڑا ہے، کیونکہ یہ سازوسامان وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار بنانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ امریکہ نے امریکی افسر کے مطابق یہ پابندی شواہد کے ملنے پر لگائی گئی ہے کہ ان کمپنیوں نے اب تک ایران کو بہت سے ہتھیار فراہم کئے۔ کیوبا کی کمپنیوں کے علاوہ روسی کمپنی روزو بورو ٹیکسپورٹ، انڈین کمپنیاں بالاجی امائنز لمونڈ اور پراچی پولی پروڈکٹس، شمالی کوریا کی کورین مائننگ اینڈ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، کوریا یکانگ ٹریڈنگ کارپوریشن اور کیوبا کی کمپنی سنٹر فار جینک انجینئرنگ اینڈ بایو ٹیکنالوجی شامل ہیں۔ ہیوگو شاویز سے قبل کاسترو کو امریکی مخالف اور سخت ترین ناقد جانا جاتا تھا۔ اپنی داڑھی اور فوجی وردی کی وجہ سے بخوبی اور آسانی کے ساتھ پہچانے جانے والے کاسترو خرابی صحت کی وجہ سے اپنے بھائی راؤل کاسترو کو اقتدار منتقل کر چکے ہیں، مگر عالمی افق پر اب بھی ان کی موجودگی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ امریکہ مخالف علامت کے طور پر جانے جاتے ہیں جس کی عکاسی آج کے صدر ہیوگو شاویز کر رہے ہیں۔ ہیوگو شاویز کی کہانی بہت حد تک موجودہ زمانے کی داستان ہے۔

انقلابی تحریکیں، سرد جنگ مشرق بمقابلہ مغرب، شمال بمقابلہ جنوب اور اشتراکیت بمقابلہ سرمایہ داری، دنیا بے شک ان کی سیاست کے انداز کو اب قدیم کہے مگر فیڈل کاسترو ویسے ہی ہیں، ان کے انقلابی نظریات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انقلاب کی علامت اشتراکیت پسند جو اشتراکیت (کمیونزم) کے زوال کے باوجود اپنے نظریے پر قائم ہے، اپنے نعروں اور طویل تقریروں سے

باقی صفحہ ۶ پر

ضرورت رشتہ

مغربی یوپی کے ایک معزز، تعلیم یافتہ، اسلام پسند، صدیقی خاندان سے تعلق رکھنے والی ۲۴ سالہ M.Sc. Physics، سلیقہ مند، امور خانہ داری میں ماہر، اسلامی ذہنیت کی حامل دوشیزہ (قد: ۵ فٹ ۴ انچ) کے لئے اسلام پسند خاندان کے تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکی کے والد ایک مرکزی یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج میں پروفیسر ہیں۔ خواہشمند حضرات رابطہ قائم کریں:

پوسٹ بکس نمبر 2859، معرفت سہ روزہ دعوت دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

ضرورت رشتہ

دین پسند خان فیملی کی مطلقہ لڑکی عمر ۲۹ سال، قد پانچ فٹ، تین انچ رنگ گندمی B.Sc., M.L.ib. MA (Urdu) بھوپال کے ایک کالج میں لائبریرین، آٹھ ماہ میں مطالبات کی بنا پر طلاق ہوئی۔ لڑکا اسلامی ذہن کا مالک اور باروزگار ہونا چاہئے۔ بھوپال، دہلی کے قریب کا رشتہ قابل ترجیح۔ رابطہ کے لئے

بھوپال : 9893498969
دہلی : 9868551473

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر

ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائیر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۸-۰۹ء کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلالحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں

"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194 - 2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056

پوتر قرآن سگم ہندی انواد — نئے انداز میں

(۱) سائز $\frac{20X30}{8}$ صفحات 864 مجلد عمدہ کاغذ، معیاری طباعت

”پوتر قرآن“ (سگم ہندی انواد مع عربی متن) ترجمہ مولانا محمد فاروق خاں و ڈاکٹر محمد احمد
اس ایڈیشن کو نظر ثانی واصلاحات کے بعد نئی کمپوزنگ، صاف اور واضح عربی متن اور اسی صفحے پر ہندی ترجمہ آیات نمبر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

(۲) سائز $\frac{23X36}{16}$ صفحات 752 مجلد عمدہ کاغذ، معیاری طباعت

”ہولی قرآن“ (انگریزی ترجمہ مع عربی متن) HolyQuran (with Arabic Text)
مترجم: عبداللہ یوسف علی Abdullah Yusuf Ali
انگریزی ترجمہ قرآن مع عربی متن سورتوں کے تعارف کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ خوبصورت جلد۔

اسلامی لٹریچر، دینی، اصلاحی، دعوتی وتاریخی کتب کے علاوہ قرآن مجید کے تراجم کے لیے رابطہ قائم کریں۔ ہماری فہرست کتب مفت طلب کریں۔

مدھر سندیش سنگم
E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
011-26953327, 09212567669
ای میل: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

ضرورت امام وخطیب

غازی سید ابوبکر شاہ مسجد، راجہ منڈری، ایسٹ گوداوری (اے پی) کے لئے امام وخطیب کی ضرورت ہے، اگر حافظ ہوں تو بہتر ہے۔ تحریکی مزاج کے حامل قابل ترجیح ہوں گے۔ تنخواہ معیاری اور رہائش کا نظم کیا جائے گا۔ رابطہ کریں:

Ghazi Syed Abu Baker Shah Masjid
Fort Gate, Rajah mundri, East Godawari. 533101

سکریٹری	صدر
Mob: 0996633422	Mob: 09885142768

آدابِ زندگی

عہد حاضر کے نامور عالم دین وصاحب طرز مصنف
مولانا محمد یوسف اصلاحی
کے شایستہ، شگفتہ اور زرنگار قلم سے

کتاب اللہ، اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور اسلاف کبار کے زندۂ جاوید آثار کی رہ نمائی میں اسلامی ذوق ومزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسانی زندگی کو سلیقہ و تہذیب، حسن بندگی، طریق معاشرت، دعوت دین اور احساس عبدیت کے نور سے روشن وتابناک کرنے والی، اُردو، ہندی، انگریزی اور دوسری زبانوں میں مسلسل اور بڑی تعداد میں بار بار چھپنے والی، ہر حلقے اور ہر مکتب فکر میں یکساں مقبول اور سیکڑوں مسجدوں میں نمازوں کے بعد پڑھ کر سنائی جانے والی ایک ہر دل عزیز کتاب۔

دوست، احباب اور لڑکیوں کو ان کی شادیوں کے موقعے پر دینے کے لیے ایک خصوصی تحفہ۔

سائز: $\frac{23 \times 36}{16}$ ☆ صفحات: ۳۶۶ ☆ قیمت: Rs.90/-

قیمت ڈی لکس ایڈیشن (اُردو) Rs.120/- ● قیمت ڈی لکس ایڈیشن (انگریزی) Rs.150/-
قیمت عام ایڈیشن (ہندی) Rs.110/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652,2694647 (D) Fax : 26947858
E-Mail : mmipublishers@gmail.com Website:www.mmipublishers.de

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایامین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ”دعوت“ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی